:\Users\Rashid\Desktop\3
copy.jpg not found.

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ ڈاکٹر ناصر رضا خان جلالی
■ بچوں کی تعلیم وتربیت کے نبوی اصول
■ علم اور تعلیم
■ کامیابی کا راز
■ اخبار جہاں ہفتۂ رفتہ، طب وصحت
■ ملی سرگرمیاں

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 55/65 شمارہ نمبر 50 مورخہ ۶ر ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۵ر دسمبر ۲۰۱۷ء روز سوموار

تین طلاق پر تین سال کی سزا

امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

۲۲ر اگست ۲۰۱۷ء کی تاریخ تھی، سپریم کورٹ کے پانچ رکنی بنچ نے تین طلاق کے موضوع پر اپنا فیصلہ سنادیا، جس میں پانچوں ججوں کے فیصلہ میں کئی جگہ اختلاف رائے تھا، اس لیے فیصلہ اکثریتی فیصلہ سے ہوا، اس فیصلہ میں خاص طور پر دو باتیں تھیں، ایک تو یہ کہ پرسنل لا بنیادی حق ہے، اس لیے اس میں نہ سپریم کورٹ تبدیلی کرسکتی ہے، اور نہ پارلیمنٹ اس کے خلاف قانون سازی کرسکتی ہے، فیصلہ کا دوسرا حصہ یہ تھا کہ اگر کسی نے بیک وقت تین طلاق دی تو وہ طلاق کالعدم ہوگی، اور ازدواجی زندگی پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑے گا، اس فیصلہ پر کئی تأثرات اور کئی تبصرے آئے، مرکزی حکومت کے وزیر قانون نے اعلان کیا کہ اس فیصلہ کے بعد کسی قانون سازی کی ضرورت نہیں ہے۔

لیکن جیسے جیسے گجرات الیکشن کی فضا گرم ہوئی وزیر اعظم کو مسلمان مطلقہ عورتوں کی یاد ستانے لگی، اور مرکزی حکومت کا اعلان آگیا کہ سپریم کورٹ کا فیصلہ تو ہوگیا، مگر مسلم مردوں نے تین طلاق دینا بند نہیں کیا ہے، اس لیے کڑی قانون سازی ہوگی۔ گروپ آف منسٹرس بنائے گئے، اس نے قانون کا مختصر مسودہ بنادیا، اور اسے خط کی شکل میں صوبائی حکومتوں کو بھیجا گیا، تاکہ وہ رائے دیں، ابھی تمام صوبوں سے رائے نہیں آئی ہے، اتنا معلوم ہے کہ تلنگانہ، آندھرا اور کیرالہ نے اس قانون کی مخالفت کی ہے۔

۱۵ر دسمبر ۲۰۱۷ء کو مرکزی کیبنٹ نے اس مسودہ قانون کو منظوری دیدی، اور اب کسی بھی دن وہ بل پارلیمنٹ میں پیش ہوگا، پھر بحث ہوگی اور اگلے مرحلے طے پائیں گے —— کانگریس پارٹی نے رائے دیدی ہے کہ اگر یہ بل سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق ہوگا تو وہ تائید کرے گی، ورنہ مخالفت! دوسری پارٹیوں کی رائے بھی آہستہ آہستہ سامنے آجائے گی، ابھی یہ کہنا مشکل ہے کہ راجیہ سبھا میں یہ بل منظور ہوگا یا نہیں۔

یہ طے ہے کہ اس بل میں دو چیزیں ہیں، ایک تو یہ کہ ایک ساتھ تین طلاق دینے والوں کو کریمنل لا کے تحت سزا ہوگی، جس کی مدت تین سال ہے، اس کے علاوہ اسے پینلٹی بھی دینی ہوگی، جس کی تعیین عدالت میں ہوگی —— حکومت نے کریمنل لا کے تحت تین سال کی سزا تو طے کردی، مگر سوال یہ ہے کہ یہ سزا کس کریمنل آفنس کی ہے؟ اگر ایک ساتھ تین طلاق دینا کریمنل آفنس ہے تو سپریم کورٹ نے فیصلہ دیدیا ہے کہ تین طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوگی، اس طرح سپریم کورٹ نے تین طلاق کو پہلے ہی بے اثر کردیا ہے، اور "حکومت بے اثر جرم" کی سزا تین سال مقرر کررہی ہے، اور اس کے ساتھ پنلٹی بھی ہے، تو یہ سپریم کورٹ سے طے شدہ بے اثر جملہ یا لفظ کو جرم قرار دینا ہے، جب کہ کوئی بھی بے اثر چیز کرائم نہیں ہوسکتی —— اگر قانون سازی یہ ہو کہ تین طلاق دینے والے کی بات مؤثر ہوگی اور تینوں طلاق پڑ جائے گی، تو پھر تین سال کی سزا کے قانون میں کچھ معقولیت ہوتی۔

دوسری اہم چیز یہ ہے کہ بے اثر جرم کے خلاف حکومت تین سال کی سزا متعین کرنے جارہی ہے، کیا انڈین پینل کوڈ کی سزاؤں سے اس کی مطابقت ہے، تین سال کی سزا اغوا/ زناکاری جیسے جرائم پر دی جاتی ہے، کئی بڑے جرائم ہیں، جن کی سزا تین سال سے کم ہے، مثلاً رشوت پر ایک سال، مذہبی مقامات کو نقصان پہونچانے پر دو سال، فورجری پر دو سال، چار سو بیسی پر ایک سال، ملاوٹ پر چھ ماہ، یا ایک ہزار روپئے (یا دونوں) جیسی سزائیں متعین ہیں، تو کیا تین طلاق (سپریم کورٹ کے مطابق جن کا نہ بیوی پر اثر ہوتا ہے، نہ بچوں پر، نہ خاندان پر) اتنا بڑا "جرم" ہے کہ اسے اغوا جیسے جرائم کے برابر سمجھ لیا جائے، سزاؤں کو متعین کرنے میں کچھ توازن تو ہونا ہی چاہئے!

مرکزی کیبنٹ نے تین سال کی سزا کے ساتھ بیوی بچوں کا خرچ بھی طلاق دینے والے پر عائد کیا ہے، کیبنٹ کو یہ بھی سونچنا چاہئے کہ مرد جیل چلا جائے گا، تو یہ خرچ کون دے گا؟ اس سے بہتر تو حکومت بہار نے کیا ہے، کہ مطلقہ کو پچیس ہزار روپئے سالانہ وظیفہ دیتی ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ حکومت نے یہ مان لیا ہے کہ سماجی بیماریوں کا علاج کڑی سزا ہے، جب کہ کرائم رپورٹ اس کی تائید نہیں کرتی —— پچھلے چند برسوں میں مجرمانہ حرکت پر نگاہ ڈالیں تو جتنی شہرت اور جتنا عوامی احتجاج نربھیا حادثہ پر ہوا، اتنا کسی انفرادی حادثہ پر نہیں ہوا، اس حادثہ نے پورے ملک کے شعور کو جھنجھوڑ کر رکھدیا، اور کسی اپیل کے بغیر ہزاروں افراد بڑے بڑے شہروں میں سڑکوں پر اتر آئے، کئی بڑے لیڈروں نے بیان دیدیا کہ مجرم کو اسلامی سزا دینی چاہئے، شور شرابہ کے تحت قانون بن گیا —— مگر کیا عورتوں کے ساتھ زیادتیوں کا سلسلہ کم ہوگیا؟ رکنے کی بات دور کی ہے! ہاں یہ بھی عجیب بات ہے کہ آج مرکزی وزارت نے تین طلاق پر تین سال کی سزا کے مسودہ کو منظور کیا ہے، آج ہی یہ سطریں لکھی جارہی ہیں، (۱۵ر دسمبر ۲۰۱۷ء) اور ۱۶ر دسمبر ۲۰۱۲ء کو نربھیا کے ساتھ اندوہناک حاشہ ہوا تھا۔ اس پانچ سال کے عرصہ میں جرائم بڑھے ہیں ۲۰۱۶ء میں کرائم ریکارڈ بیورو کے مطابق ایک ہزار خواتین پر جرائم کی تعداد ۲ء۵۵ رہی ہے، خواتین کے خلاف تشدد کا معاملہ بڑھا اور پچھلے دس سال (۲۰۱۶ء تک) میں ۸۸ر فیصد اضافہ ہوا، جب کہ ۲۰۱۶ء میں ۹ء۱۸ فیصد مجرم کو ہی سزا دی گئی، دہلی میں ۲۰۱۶ء میں روزانہ پانچ واقعات عصمت کے درج ہوئے ہیں، دہلی جنسی ہراساں کی اوسط شرح ۳ء۲۶ فیصد ہے۔

یہ تھوڑی سی تفصیل بتاتی ہے کہ سماجی بیماریوں کا علاج سخت بنادینا کافی ہے، اس کے لیے لوگوں کو سمجھانا، انہیں ذمہ داریوں کو یاد دلانا اور ذہن سازی کرانا بہت اہم ہے، جس کی سمجھ میں آجانیوالی مثال یہ ہے کہ مسلمانوں میں ۲۲ر اگست ۲۰۱۷ء تک طلاق بہت آسان رہی ہے، دوسرے مذہب کے ماننے والوں میں طلاق مشکل رہی ہے، اور طلاق کورٹ سے ہوتی ہے، جس میں بڑا وقت لگتا ہے، جس کے نتیجہ میں ابھی ۳۲ر لاکھ ہندو عورتیں بغیر طلاق، شوہر سے الگ مجبوری کی زندگی گذار رہی ہیں، انہیں میں ایک وزیر اعظم نریندر مودی کی اہلیہ محترمہ بھی ہیں —— اور جن لوگوں کو قانونی طلاق ہوئی ہے، قومی مردم شماری کی رپورٹ کے مطابق سب سے زیادہ ہندو، پھر عیسائی، سکھ، بدھسٹ، جینی حضرات کے یہاں طلاق ہوئی ہے، اور سب سے کم طلاق مسلمانوں میں ہوا کی ہے، اصل میں یہ اثر ہے مسلم پرسنل لا بورڈ، مسلمانوں کی دوسری جماعتوں، علماء اور ائمہ کے سمجھانے بجھانے اور مزاج سازی کا!

آمدِ سال نو

جب یہ شمارہ آپ تک پہونچے گا، اس وقت نئے عیسوی سال ۲۰۱۸ء کا سورج طلوع ہونے ہی والا ہوگا، اس موقع سے ایک بڑا طبقہ جشن آمد سال نو میں مشغول ہوتا ہے، مبارکبادیاں دی جاتی ہیں، پکنک منائے جاتے ہیں، پارکوں میں عیاشیاں ہوتی ہیں، چراغاں کیا جاتا ہے، پٹاخے چھوڑے جاتے ہیں عیش وطرب اور منکرات کی ایسی ایسی مجلسیں منعقد ہوتی ہیں کہ الامان والحفیظ۔

ہائے ناداں انسان! تم نئے سال کا جشن مناتے ہو اور بھول جاتے ہو کہ تم قبر کی منزل سے ایک سال اور قریب ہوگیے، زندگی کے مہہ وسال برف کی سل کی طرح ہیں، تیزی سے پگھلتے چلے جاتے ہیں، اور جب سب کچھ ختم ہوجاتا ہے تو انسان کو ہوش آتا ہے کہ سب کچھ گنوادیا، اور وہ خواہش کرتا ہے کہ کاش کچھ مہلت اور مل جاتی، لیکن اللہ کہتے ہیں کہ مقررہ مدت میں ذرہ برابر تقدیم وتاخیر نہیں ہوسکتی، اس لیے جو کچھ اس موقع سے کیا جاتا ہے، اس کا نہ عقلی جواز ہے اور نہ شرعی، یہ تو انگریزوں کی نقل ہے، کچھ کرنا ہی ہے تو گذشتہ سال میں کیے گیے اپنے کاموں کا جائزہ لیجئے، نیکیاں کتنی ہو پائی ہیں، گناہ کے کتنے کام کیے گیے، اگر نیکیوں کا پلڑا بھاری نظر آئے تو اللہ کی توفیق پر شکر ادا کیا جائے، گناہ کا پلڑا بھاری سمجھ میں آئے تو کثرت سے توبہ استغفار کا اہتمام کیا جائے اور ندامت کے آنسو کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں گڑگڑایا جائے کہ مالک تو مقلب القلوب ہے، ہماری سوچ فکر، ذہن ودماغ شعور لاشعور بلکہ تحت الشعور تک تیرے ہی قبضے میں ہے، مجھے آئندہ اچھے کام کرنے کی توفیق دیدے اور بُرے کاموں سے روک دے، مالک! تو نے اگر میرے بارے میں خیر کا فیصلہ کردیا تو تیرا کچھ نہیں بگڑے گا، لیکن تیرے بندے کا کام بن جائے گا، صرف دعا ہی نہیں کیجئے، عزم وارادہ پختہ رکھئے، اللہ کے فضل، نصرت اور مدد کو آواز دیتے رہیے، آپ کے دل کی دنیا بدل جائے گی۔ (**مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی**)

اصل سبب

"آج ایک مسلمان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور آپ کے اسوہ پر چلنے اور اس کو اپنانے کی دوسروں سے کہیں زیادہ ضرورت ہے، کیوں کہ آج مسلمانوں کی بے بسی وبے چارگی، ذلت وخواری، زبوں حالی وپس ماندگی اور آپس کی ناچاقی ونا اتفاقی اور انتشار واضطراب کا اصل سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک سے ان کی دوری اور اللہ کی اس عظیم نعمت کو جو اللہ نے آپ ہی کے واسطہ سے ان پر نازل فرمائی تھی اور ڈنکے کی چوٹ پر جس کے اتمام واکمال کا اعلان فرمایا تھا، اس سے غفلت وبے نیازی ہے۔"

(مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مدظلہ)

بلا تبصرہ

"آج کل بھلے ہی لوگوں کو ووٹ دینے کے سلسلے میں بیدار ہونے کی صلاح دی جاتی ہے، کیوں کہ ووٹ دینا ہر شہری کی ذمہ داری ہے، لیکن ووٹ دینا ہر آدمی کے لیے دشوار ہوگیا ہے، بہت سے لوگ چاہ کر بھی ووٹ نہیں دے پاتے، اس لیے کہ ان کا نام رائے دہندگان کی فہرست میں نہیں ہوتا، ملازمت کی وجہ سے کئی لوگ اپنی ریاست میں نہیں دوسری ریاستوں میں رہتے ہیں، وہاں وہ اپنے ووٹ کا استعمال نہیں کر پاتے کیوں کہ رائے دہندگان کی فہرست میں ان کا نام وہاں درج نہیں ہوتا...... ووٹ کے نام پر چھٹی ملنا بھی دشوار ہوتا ہے۔"

(پونم، ہندوستان ۱۶ر دسمبر ۲۰۱۷)

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

مسجد اقصیٰ کی عظمت:

﴿پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گئی، جس کے آس پاس میں ہم نے برکتیں رکھ دی ہیں؛ تاکہ ہم ان کو اپنی قدرت کے کچھ نمونے دکھاویں﴾ (سورۂ اسراء:۱)

مطلب: واقعہ ہجرت سے دو سال پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کا شرف بخشا گیا، جس کی پوری تفصیل سیرت کی کتابوں میں موجود ہے کہ یہ واقعہ دو مرحلوں میں پیش آیا، پہلا مرحلہ مسجد حرام سے بیت المقدس تک اور دوسرا مرحلہ بیت المقدس سے آسمان کے سفر کا ہے، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت کی سیر کرائی گئی، انبیاء سے ملاقات ہوئی، جنت و دوزخ کے مناظر کا مشاہدہ ہوا اور تحفہ نماز لے کر واپس ہوئے، جہاں سے دوسرے مرحلے کا سفر شروع ہوا؛ یعنی بیت المقدس اس کے بارے میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے اس کے گرد وپیش برکتیں رکھی ہیں، یہاں ایک تو مادی وظاہری برکتیں ہیں کہ یہ علاقہ سرسبز وشاداب باغات، چشموں اور نہروں پر مشتمل ہے، دوسرے روحانی برکتیں ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اکثر پیغمبروں کی سکونت اسی علاقہ میں رہی ہے اور وفات کے بعد بھی زیادہ تر انبیاء اسی خطہ میں مدفون ہیں، علامہ شبیر احمد عثمانی نے لکھا کہ شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں لے جانے میں یہ بھی اشارہ ہوگا کہ جو کمالات انبیاء بنی اسرائیل وغیرہ پر تقسیم ہوئے، آپ کی ذات اقدس میں وہ سب جمع کر دیئے گئے، کعبہ اور بیت المقدس دونوں کے انوار وبرکات کی حامل ایک ہی امت ہونے والی ہے، ماضی میں جب اس پر یہودیوں نے قبضہ کیا تو مجاہدین اسلام نے بیت المقدس کو اس سے آزاد کرایا، مگر افسوس یہ ہے کہ پھر شہر قدس کے مشرقی اور مغربی دونوں حصوں پر یہودیوں نے قبضہ کر لیا اور فلسطینی مسلمانوں کے عرصہ حیات کو تنگ کر دیا اور شہر کے مسلمان باشندوں پر یہودی قانون کی عمل داری شروع کر دی اور ساری یہودی وزارتیں اور حکومتی ادارے شہر قدس میں منتقل کر دیئے گئے اور یہودی کالونیاں آباد کر دی گئیں، چنانچہ اس وقت یہودیوں کی آبادی شہر کے اندر 80 فیصد سے زیادہ ہوگئی ہے، جب اسرائیل نے اس خطہ میں اپنی عددی طاقت کو مستحکم کر لیا تو یہاں اپنا دارالخلافہ بنانے کے لیے امریکہ کو آلہ کار کے طور پر استعمال کیا؛ تاکہ یہاں کے بچے کھچے عرب انتقال مکانی پر مجبور ہو جائیں، 1993 میں اسرائیلی سپریم کورٹ نے ایسا فیصلہ سنایا، جس کی رو سے مسجد اقصیٰ کی حرمت کو ہر طرح سے پامال کرنے کی صہیونیوں کو کھلی چھوٹ مل گئی اور ایک منصوبہ کے تحت امریکہ نے اعلان کر دیا کہ امریکہ سرکاری طور پر یروشلم کو اسرائیل کا دارالحکومت سمجھتا ہے اور تل ابیب سے سفارت خانہ وہاں منتقل کر دے گا، اس اعلان سے مشرق وسطیٰ میں کشیدگی بڑھ گئی ہے کہ امریکہ نے بین الاقوامی قانون اور اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قراردادوں کی خلاف ورزی کی ہے، اگر ایسا کیا گیا تو اس خطہ میں امن وامان بحال نہیں ہو سکتا، ایسے حالات میں امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ فلسطین کی آزادی، مسجد اقصیٰ کی بازیابی، شہر قدس کی واپسی اور فلسطینیوں کو اپنے گھر میں امن وسکون کے ساتھ دوبارہ رہنے کی دعاؤں کا اہتمام کرے اور مسلم ممالک سرفروشانہ جدوجہد کو جاری رکھے، اگر ہم نے اپنے اس ایمانی جذبے کو بیدار نہ کیا تو تاریخ ہمیں کبھی معاف نہیں کر سکتی۔

نرم مزاج بنئے:

{حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ کون شخص ہے جو آگ پر حرام ہے اور آگ اس پر حرام ہے، ہم نے عرض کیا کہ ہاں اے اللہ کے رسول ضرور بتلایئے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر اس شخص پر آگ حرام ہے جو نرم مزاج، ہر دلعزیز اور بااخلاق ہو۔} (ترمذی شریف)

وضاحت: اسلام دین فطرت ہے، اس کے مزاج میں نرم روی ہے اور یہ اسی کے قلب میں اچھی طرح سرایت کرتا ہے جو نرم خو ہوتا ہے؛ اس لیے نرم مزاجی اور نرم خوئی حق تعالیٰ سبحانہ کا بہت بڑا عطیہ ہے، جو لوگ خوش مزاج اور خود اطوار ہوتے ہیں، ان سے لوگ محبت والفت سے پیش آتے ہیں، ہر شخص اس کو قدر واحترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، ایسا شخص اللہ کی خصوصی عنایتوں اور رحمتوں کا بھی مستحق ہوتا ہے اور وہ اپنی عبادت وریاضت اور توجہ الی اللہ کی وجہ سے مرنے کے بعد ایسے لوگ جنت کے باغات میں سرسبز وشاداب ہوں گے، اس کے برعکس جو لوگ تند مزاج، ترش رو اور سخت مزاج ہوتے ہیں، ہمیشہ دوسروں سے سخت گیری کا معاملہ کرتے رہتے ہیں، وہ عام لوگوں کی نظروں سے گر جاتے ہیں اور لوگ نہ صرف ان سے دور رہنا چاہتے ہیں؛ بلکہ وہ بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ کے عتاب کے شکار بھی ہوتے ہیں، معلوم ہوا کہ ہر مومن بندہ کو نرم مزاج اور خوش اخلاق ہونا چاہئے، ہاں اگر کہیں حدود اللہ کی پامالی اور بے حرمتی ہو رہی ہو تو وہاں ان کی غیرت ایمانی کو بیدار ہونا چاہئے اور اس کو روکنے کی کوشش کرنی چاہئے، لیکن عام حالات میں نرم خو، ہر دلعزیز ہونا چاہئے۔ ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ ایماندار آدمی وہ ہے جو مجسم پیکر محبت ہو، جو شخص کسی سے الفت نہ رکھے اور نہ اس سے کوئی الفت رکھے، اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ (بیہقی) یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق اتنا بلند تھا کہ گناہگاروں کے ساتھ بھی حسن ظن رکھتے، جب بھی کوئی آدمی نافرمانی کا ارتکاب کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جرم سے پہلے اس کے ایمان واعمال صالحہ کی طرف نظر فرماتے، کسی سے بدگمانی نہ فرماتے، غصہ سے پرہیز کرتے اور سب کے ساتھ اچھا سلوک ورویہ اختیار کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حسن اخلاق سے لوگوں کے دلوں کو قبول حق پر مجبور کیا؛ اس لیے قرآن مجید نے آپ کے حسن اخلاق کی تعریف وتحسین فرمائی، آپ بھی اسوۂ رسول کو نمونہ بنا کر مثالی زندگی گذاریں۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

حج بدل کے لئے کس کو بھیجنا افضل ہے

حج بدل کے لئے کیسے آدمی کو بھیجنا افضل ہے، کیا جس نے اپنا حج نہیں کیا ہے وہ حج بدل میں جا سکتا ہے؟

الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

حج بدل یعنی حج فرض کسی کی طرف سے ادا کرنے کے لئے ایسے بالغ مرد مسلمان کو بھیجنا افضل ہے جو خود حج فرض ادا کر چکا ہو؛ لیکن اگر ایسے شخص کو بھیجا جائے جس نے خود حج فرض ادا نہیں کیا ہے تو بھی شخص مذکور کی طرف سے حج ادا ہو جائے گا، جس پر حج فرض نہیں ہے وہ اگر دوسرے شخص کی طرف سے اس کے خرچ سے حج کرنے کے لئے مکہ پہونچا ہے تو اس پر زیارت خانہ کعبہ کی وجہ سے حج فرض نہ ہوگا۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رحم مادر میں دوسرے کا مادہ تولید داخل کرنا

میرے مادہ تولید میں اولاد پیدا کرنے والے جراثیم نہیں ہیں، اور مجھے اولاد کی چاہت ہے کیا میں اولاد کے لئے بازار سے مادہ تولید خرید کر اسے اپنی بیوی کے رحم میں ڈالنا قبول کرلوں؟ کیا اس طرح اولاد پیدا کرنا درست ہوگا؟

الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت حاصل کرنے کے لئے ''نکاح'' کا پاکیزہ طریقہ بتایا ہے، تاکہ میاں بیوی کے ملاپ سے بچے جنم لیں، یہی جائز طریقہ اور شریعت اسلامی کا منشاء ہے۔

بازار سے اجنبی مرد کا مادہ تولید خرید کر اپنی بیوی کے رحم میں ڈالنا اور اس طرح بچہ پیدا کرنا شرعا حرام ہے، غیرت ایمانی کے خلاف اور بدکاری کے مرادف ہے اس لئے آپ کے لئے ایسا کرنا حرام اور باعث گناہ ہوگا، آپ اچھے اور ماہر اطباء اور ڈاکٹرس سے اپنا علاج کرائیں۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بلاوجہ طلاق دینا

شادی کے بعد مجھے ایک مرتبہ دورہ پڑا جو شدید گرمی کی وجہ سے تھا یہ دورہ صرف دو منٹ رہا، لیکن شوہر کا کہنا ہے کہ مرگی کی بیماری ہے اس لئے اپنا سامان وغیرہ لے کر مجھ سے الگ ہو جاؤ جبکہ بیوی کو کوئی بیماری نہیں ہے اور شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہے، کیا شرعا ایسی حالت میں طلاق دینا صحیح ہے؟

الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

شریعت اسلامی میں کسی مسلم مرد کا کسی مسلم عورت کے ساتھ نکاح کر کے اس کے ساتھ عفت وپاکدامنی کی زندگی گزارنا محبوب اور پسندیدہ عمل ہے یہ بات بہت بری ہے کہ کوئی مرد کسی عورت کو بلاوجہ طلاق دیدے اور میاں بیوی کے قیمتی رشتہ کو ختم کر کے اللہ کی ناراضگی کو مول لے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: حلال چیزوں میں سب سے ناپسندیدہ چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق ہے۔ لہذا صورت مسئولہ میں محض ایک مرتبہ گرمی کی وجہ سے گر جانے کو بنیاد بنا کر طلاق دینا غلط ہے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عیسائی لڑکی سے نکاح

ایک مسلم لڑکا جو جرمن میں رہتا ہے اس کی محبت ایک عیسائی لڑکی سے ہوگئی، دونوں ایکدوسرے سے نکاح کرنا چاہتے ہیں؛ لیکن لڑکی مذہب اسلام قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے، اس کا کہنا ہے قرآن مجید میں کتابیہ سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے، اس لئے ہمیں نکاح کرنے کے لئے تبدیلی مذہب کی ضرورت نہیں ہے ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

اگر مذکورہ عورت اللہ تعالیٰ کے وجود کی قائل، حضرت عیسٰی علیہ السلام کو نبی اور تورات وانجیل کو اللہ کی کتاب مانتی ہے اسلام سے مرتد ہو کر یہودیت ونصرانیت اختیار نہیں کی ہے، بلکہ اصلا یہودیہ یا نصرانیہ ہے، نیز عام اقوام یورپ کی طرح صرف نام کی عیسائی اور درحقیقت لامذہب دہریہ نہیں ہے؛ بلکہ کم از کم اپنے مذہبی اصول کو مانتی ہے تو وہ اہل کتاب ہے اور اہل کتاب سے قرآن نے نکاح کی اجازت دی ہے اللہ پاک کا ارشاد ہے۔ والمحصنٰت من الذین اوتو الکتٰب (المائدہ : ۵) قرآن پاک کی تصریح کے مطابق حضرات فقہاء کرام نے بھی کتابیہ سے نکاح کو جائز قرار دیا ہے اور اس کی گنجائش رکھی ہے (فتاویٰ عالمگیری ۱/۲۸۱) لہذا اصولا اس طرح کی کتابیہ سے نکاح جائز ہونا چاہئے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایسا نکاح جس میں میاں بیوی دونوں الگ الگ دین وشریعت کے پابند ہوں ان سے ہونے والے بچہ پر کس کا رنگ غالب ہوگا، ظاہر ہے بچہ عادۃً اکثر اوقات اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے؛ اس لئے فطری طور پر ماں کے طور وطریق، اخلاق وکردار اور طریقہ عبادت کو وہ زیادہ دیکھے گا، اور اسی کو قبول کرے گا، اگر ماں چرچ جائے گی اور اپنے مذہب کے مطابق اپنے مذہبی امور انجام دے گی تو لازمی طور پر اس کا اثر بچہ کے صاف وشفاف آئینہ کے مانند ذہن ودماغ پر پڑے گا اور بچہ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گا، اور جو چھاپ بچہ کے ذہن میں اس کے بچپن کے زمانہ ہی میں پڑ گیا اس کو دور کرنا باپ کے لئے بڑا مشکل ہوگا، اور اگر اس معاملہ میں زوجین نے تشدد کی راہ اختیار کی تو کوئی بعید نہیں کہ رشتہ نکاح میں دراڑ پیدا ہو جائے اور ساری محبت تلخی میں بدل جائے اور مقصد نکاح فوت ہو جائے۔ نیز اس وقت کے اہل کتاب کو ان کے اصل دین پر ماننا اور پرکھنا بھی مشکل ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں کتابیہ سے نکاح کرنے کو منع کیا تھا۔ لہذا مذکورہ مفاسد کے پیش نظر کسی مسلم لڑکی کا انتخاب کیا جائے اور کسی کتابیہ سے نکاح نہ کیا جائے۔ (البحر الرائق ۳/۱۸۳)۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب
پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

مورخہ ۶؍ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۵؍دسمبر ۲۰۱۷ء روز سوموار

انتخابی دنگل

ہماچل پردیش اور گجرات کے انتخابی نتائج سامنے آگئے ہیں، ہماچل پردیش میں کنول کی نازک پنکھریوں نے کانگریس کا پنجہ مروڑ دیا ہے، گجرات میں زوال پذیر کانگریس نے راہل گاندھی کے جواں سال عزم کی بدولت کانٹے کی ٹکر دی، کنول کی پنکھڑیاں گجرات کے ۲۲؍سالہ دور اقتدار میں سب سے زیادہ بکھریں: لیکن پنجہ یہاں بھی کنول کو کیچڑ میں نہیں ملاسکا، معاملہ ”مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا“ جیسا رہا، موجودہ صورت حال یہ ہے کہ بی جے پی نے گذشتہ بائیس سالوں میں تیزی سے پاؤں پھیلایا ہے، اور اس وقت چودہ (۱۴) ریاستوں میں بلاواسطہ اور پانچ ریاستوں میں حلیف پارٹیوں کے اشتراک سے حکومت چلا رہی ہے، اس طرح بی جے پی ہندوستان کے پچھہتر (۷۵) فی صد علاقے، اڑسٹھ (۶۸) فی صد آبادی اور چون (۵۴) فی صد معاشی نظام پر اپنا قبضہ جما چکی ہے، ہندوستان گیر پیمانے پر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ گذشتہ چونتیس سالوں میں قانون ساز اسمبلیوں میں بی جے پی کے ممبران کی مجموعی تعداد ۱۴۲۸ ہوگئی ہے، جب کہ کانگریس کے پاس صرف ۷۶۶ ارکان ہیں، جو کانگریس کی تاریخ میں سب سے کم تعداد ہے۔ حکومت بھی اب صرف چار ریاستوں میں کانگریس کی رہ گئی ہے، اس طرح کانگریس ملک کے دس (۱۰) فی صد علاقے، بارہ (۱۲) فی صد آبادی اور صرف گیارہ (۱۱) فی صد معاشی نظام پر قابض دخیل ہے۔

گجرات میں حکومت بنانے کے باوجود بی جے پی کے تئیس (۲۳) میں سے آٹھ (۸) وزراء کو ہار کا سامنا کرنا پڑا، چونتیس (۳۴) ارکان اسمبلی کو شکست سے دوچار ہونا پڑا، مجموعی اعتبار سے سولہ سیٹوں کا اسے نقصان ہوا اور اب وہ ننانوے کے چکر میں ہے، ایک فی صد ووٹ بھی بھاجپا کو ۲۰۱۲ء سے زیادہ ملا، البتہ کانگریس کے کانٹے کی ٹکر کی وجہ سے دونوں پارٹیوں کے ووٹوں کا فاصلہ انتہائی کم رہ گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ ۱۲؍سیٹوں پر ہار جیت کا فیصلہ دوسو پچاس (۲۵۰) ۱۸؍سیٹوں پر پانچ سو (۵۰۰) اور ۱۴؍سیٹوں پر پندرہ سو (۱۵۰۰) سے کم ووٹوں سے ہوا، صرف چون (۵۴) سیٹیں ایسی ہیں، جن میں پانچ ہزار سے زائد کا فاصلہ رہا، گجرات میں بھاجپا نے 49.1 فی صد اور کانگریس نے 41.9 فی صد ووٹ حاصل کیا، اس طرح کانگریس کے ووٹ میں ۳؍فی صد کا اضافہ ہوا جب کہ بی جے پی کے ووٹ میں 1.2 فی صد کا ہی اضافہ ہوسکا، گجرات میں بی جے پی ۹۹، کانگریس نے ۷۹ اور دوسری پارٹیوں کو ۴؍سیٹیں ملیں، اس نشانے کو پانے کے لیے نریندر مودی گجرات میں ایک سو چونتیس (۱۳۴) اسمبلی حلقوں تک پہونچے چونتیس (۳۴) ریلیاں کیں اور ان ریلیوں کے اثرات سے ۲۷ سیٹوں پر بھاجپا نے فتح حاصل کی، کانگریس کے راہل گاندھی ایک سو تیس (۱۳۰) اسمبلی حلقوں تک پہونچے ۳۰ ریلیاں کیں اور اس کے نتیجے میں باسٹھ (۶۲) سیٹیں حاصل ہوئیں۔

گجرات میں اپنی پوری طاقت جھونکنے کے باوجود کانگریس حکومت نہیں بناسکی، اس کی دو بڑی وجہ رہی، ایک؛ پہلے مرحلہ کے انتخاب کے وقت بابری مسجد کے مقدمہ کی سنوائی کو ۲۰۱۹ء کے بعد لے جانے کی بات، جسے کپل سبل نے سپریم کورٹ میں کہا تھا، بی جے پی نے اس بیان کو گجرات میں ہندوتو ووٹوں کو متحد کرنے کے لیے استعمال کرلیا اور دوسرے مرحلہ کی ووٹنگ کے وقت منی شنکر ایر کا مودی کو نیچ کہہ دینا، راہل گاندھی کی ساری محنت پر پانی پھیر گیا، ۷؍دسمبر ۲۰۱۷ء کو منی شنکر ایر نے مودی کیلئے نیچ لفظ کا استعمال کیا اور صرف ۳؍گھنٹے بعد سورت میں نریندر مودی نے اسے مُدا بنا کر گجرات کی عزت وناموس سے جوڑ دیا، اس کی وجہ سے ووٹ کا رخ بدلا اور اس غیر ضروری بیان نے ۱۶؍میں سے پندرہ (۱۵) سیٹیں بھاجپا کی جھولی میں ڈال دیں، منی شنکر ایر کا معافی مانگنا بھی کام نہیں آیا۔

گجرات کے اس انتخاب میں ہاردک پٹیل، اپشیش ٹھاکر اور جگنیش میوانی کے کانگریس کے ساتھ ہونے کی وجہ سے پاٹی دار، او بی سی اور دلتوں کے مسائل بھی انتخابی تشہیر کا حصہ بنے، پاٹی دار حلقوں میں بھاجپا ہی بازی مار لے گئی بتیس سیٹوں میں اسے پچیس سیٹیں اس حلقے سے مل گئیں، جب کہ کانگریس کو نو اور دیگر کو تین سیٹوں پر ہی اکتفا کر لینا پڑا، الپیش ٹھاکر کے اثرات ان کے حلقوں میں مضبوط ہے، ان کی لڑائی اڑتیس (۳۸) سیٹوں پر تھی، کانگریس اکیس (۲۱) پر قبضہ جمانے میں کامیاب ہوگئی، جبکہ سترہ سیٹیں بھاجپا کے حصہ میں آئیں، دلت مقابل دلت والا امیدان جگنیش میوانی کا تھا، یہاں کانٹے کی ٹکر میں تیرہ سیٹوں سے سات بھاجپا اور چھ کانگریس کو گئی۔

دیہاتی اور شہری حلقوں کے نتائج کا تجزیہ بھی خاصہ چونکانے والا ہے، دونوں کا رجحان آپس میں تضاد کا شکار ہے، شہر کے لوگوں نے مودی کے وکاس کے نعرے کو مان لیا، اور دیہاتیوں نے راہل گاندھی کے وکاس پاگل ہو گیا، کے نعرے کو حقیقت سے قریب تر جانا اور ان کا غصہ مودی کے خلاف ووٹ میں تبدیل ہوگیا، بیروزگاری کی وجہ سے دوکڑوڑ جوان بھی بدلاؤ کی امید پر کانگریس کے ساتھ چلے گیے، اور ان سب کا فائدہ کانگریس کو ملا جو ارکان اسمبلی جیت کر آئے ہیں، ان کی مالی حالت کا جائزہ لیں تو ان میں سے بھاجپا کے اکاسی (۸۱) اور کانگریس کے ستاون (۵۷) ارکان کڑوڑ پتی ہیں، بیدا دسیٹ سے بھاجپا کے رکن سوربھ پٹیل پوری اسمبلی میں سب سے زیادہ مالدار ہیں، انکی دولت کا اندازہ ۱۲۷ کڑوڑ ہے، اگر وزیر اعلیٰ کے امیدوار روپانی کے خلاف کھڑے راج گرو چناؤ جیت جاتے تو سب سے مالدار وہی ہوتے، کیوں کہ ان کے پاس ایک سو اکاون کڑوڑ کا سرمایہ اور پونجی ہے۔

اس انتخاب میں مسلمانوں کو بھی فائدہ پہونچا اس کے چار امیدوار جیت کر آئے، ۲۲؍میں سے ۱۲؍عورتوں نے بھی اسمبلی پہونچنے میں کامیابی حاصل کی، جن ۱۶۶ اسمبلی سیٹوں کے رائے دہندگان میں مسلمان دس فی صد سے ساٹھ فی صد تک ہیں، ان میں بھاجپا نے باون فی صد اور کانگریس نے پینتالیس فی صد سیٹیں جیتیں، ایک سیٹ آزاد امیدوار کے حصہ میں آئی، ۲۰۱۲ء میں ان علاقوں میں بھاجپا کو ۶۰ فی صد اور کانگریس کو ۴۰ فی صد ووٹ ملے تھے۔

اس انتخاب میں ”ہج“ لفظ سب سے زیادہ چرچا میں رہا، عام لوگ اسے اسلامی رکن حج سمجھتے رہے، حالاں کہ اس کا حج سے کوئی تعلق نہیں تھا، بلکہ یہ ہاردک کے ”H“ الپیش کے A اور جگنیش کے J کا مخفف تھا، یہ تینوں کانگریس کے حمایتی تھے، اس لیے انہیں ”ہج“ کہا جاتا تھا، جیت کے بعد بھاجپا نے اسے ”ہج“ یعنی ہاردک پٹیل، الپیش اور جگنیش کے مقابلے رام کی فتح قرار دیا ہے۔ گجرات الیکشن جیتنے کے لیے بھاجپا نے جو حربے استعمال کئے اس میں گجرات انتخاب کی تاریخ کو آگے بڑھانا، ہاردک پٹیل کی جنسی بے راہ روی کے مناظر پر مبنی سی ڈی کا وائرل کرنا اور راہل گاندھی کی تذلیل کے لیے پپو لفظ کا استعمال شامل ہے، امیت شاہ ایک سو پچاس سیٹیں لانے کے خواہش مند تھے، لیکن عوام نے ۲۸؍فی صد جی اس ٹی کاٹ کر انہیں ننانوے پر لا کھڑا کیا۔

گجرات کے نتیجے نے ہماچل پردیش کے انتخابی نتائج کو حاشیے پر ڈال دیا، یہ ایک چھوٹی پہاڑی ریاست ہے، خوبصورت مناظر، بلند وبالا پہاڑ، بہتے چشموں کے لئے مشہور اس ریاست کا مزاج ہر پانچ سال بعد حکومت دوسری پارٹی کے حوالہ کرنے کا رہا ہے، پہلے بی جے پی تھی، گذشتہ انتخاب میں کانگریس نے اس سے حکومت چھینی کانگریس سے اس بار بی جے پی نے چھین لیا، اڑسٹھ ارکان کی اسمبلی میں بی جے پی نے چوالیس نشستوں پر قبضہ کیا، گذشتہ انتخاب کے مقابلے اٹھارہ سیٹ اس کی بڑھ گئی، کانگریس اکیس پر سمٹ گئی اور اسے گذشتہ کے مقابلے پندرہ سیٹیں کم ملیں، دیگر کے حصے میں تین سٹ آئی جو گذشتہ سے ۳ کم ہے، بھاجپا نے 48.6 فی صد ووٹ حاصل کیے جو ۲۰۱۲ء کے مقابلے نو فی صد زائد ہے، کانگریس نے 40.9 فی صد ووٹ حاصل کیا، گذشتہ انتخاب کے مقابلہ ایک فی صد کمی درج کی گئی، دیگر کے ووٹوں کا تناسب پہلے 9.5 تھا اب 9.2(-) فی صد ہے

اس جائزہ سے بہت سارے نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں، لیکن یہ حقیقت ہے کہ بھاجپا نے ہماچل پردیش کانگریس سے لے لیا ہے اور گجرات بچالیا ہے، راہل گاندھی گجرات میں اپنی ہندتو کی تصویر بنانے میں ناکام ہوگئے، حالاں کہ پچاسی (۸۵) دن کے دورے میں وہ ۲۷ مندر کی زیارت کے لیے گئے اور وہاں پوجا پاٹ کیا؛ تاکہ بی جے پی کے مقابلے کے لئے ان کی تصویر بھی ہندتوا سے قریب ہوجائے، ان دونوں ریاستوں کی جیت نے فرقہ پرستوں کے حوصلے اور بھی بلند کردیے ہیں، آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

قانون کا مسودہ

تین طلاق پر قانون کے مسودہ کو مرکزی وزارت نے منظوری دیدی ہے اور سرمائی اجلاس میں پیش کرکے اسے قانون بنادینے کا حکومت کا ارادہ پختہ ہے، اس بل کو ”وومن پروٹیکشن آف رائٹس آن میرج“ ”نکاح کے حق کا تحفظ برائے مسلم خواتین“ کا نام دیا گیا ہے، باخبر ذرائع کے مطابق یہ صرف ایک بار میں تین طلاق دینے والے پر نافذ ہوگا چاہے وہ زبانی، تحریری یا الیکٹرانک ذرائع سے دی گئی ہو، اس حرکت کے نتیجے میں تین سال تک قید اور جرمانے کی سزا بھی دی جاسکتی ہے، اس قانون کی رو سے متاثرہ عورت کو گذارہ بھتہ اور نابالغ بچوں کو تحویل میں لینے کا حق بھی ملے گا، طلاق دینے والے شوہر کی گرفتاری غیر ضمانتی ہوگی اور ہر حال میں اسے جیل کی ہوا کھانی پڑے گی، یہ مسودہ وزیر داخلہ راجناتھ سنگھ کی سربراہی میں وزیر خزانہ ارون جیٹھلی، وزیر خارجہ ششما سوراج، وزیر قانون روی شنکر پرساد اور قانون راجیہ منتری پی پی چودھری پر مشتمل کمیٹی نے تیار کیا ہے، جسے وزیر اعظم نے تشکیل دیا تھا۔

یہ بل سپریم کورٹ کے اسی سال اگست میں تین طلاق کو کالعدم کرنے کی بنیاد پر ترتیب دیا گیا ہے، سپریم کورٹ نے حکومت سے کہا تھا کہ وہ اس معاملہ پر چھ مہینے میں قانون بنائے، حکومتی نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ بل سیاست نہیں انسانیت کی بنیاد پر لایا جارہا ہے، اس لیے ساری پارٹیوں کو اس کی حمایت کرنی چاہیے۔

اس بل کے حوالہ سے علماء اور دانشوروں کے قسم قسم کے بیانات آرہے ہیں، اس کو دیکھتے ہوئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے مختلف تنظیموں کے ساتھ ایک میٹنگ میں ۱۷؍دسمبر کو فیصلہ لیا ہے کہ جب تک قانونی مسودہ کا پورے طور پر مطالعہ نہیں کرلیا جاتا، اس وقت تک احتجاج مظاہرے اور مثبت منفی بیانات سے ہر ممکن گریز کرنا چاہیے۔ ہم پر لازم ہے کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اس فیصلے کا احترام کریں۔ معاملہ کی نوعیت کو سامنے رکھتے ہوئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ۲۴؍دسمبر کو مجلس عاملہ کی میٹنگ بھی بلائی ہے۔

نقیب آن لائن

امارت شرعیہ کے مخلصین اور نقیب کے قارئین کا عرصہ دراز سے اصرار تھا کہ نقیب کو آن لائن کرنا چاہیے، اس بار کی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں بھی بعض احباب نے اس طرف متوجہ کیا تھا، اس سلسلے میں امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم نے اسی مجلس میں اس کام کو جلد از جلد کرلینے کا حکم دیا تھا۔

الحمد للہ حضرت کے حکم کے مطابق اب نقیب آن لائن دستیاب ہے، ابھی تازہ شمارہ اپ لوڈ کیا گیا ہے، لیکن ارادہ ہے کہ پچاس شمارے بیک وقت آن لائن رہیں گے، تاکہ سابقہ شماروں کے پڑھنے کے خواہش مند حضرات کو مایوسی ہاتھ نہ لگے، آن لائن آجانے سے ان حضرات کو بڑی تعداد میں فائدہ پہونچے گا، جن تک ہم مطبوعہ شکل میں نقیب کو نہیں پہونچا پارہے تھے، خواہ وہ ہندوستان میں رہتے ہوں یا ہندوستان سے باہر، خواہش مند حضرات www.Imaratshariah.com پر اسے کھول سکتے ہیں، نقیب کے قاری کا ایک بڑا حلقہ ہے جو اس کے مندرجات کو پسند کرتے، ذوق وشوق سے پڑھتے ہیں، اس کے اداریے دوسرے اخبارات نقل کرتے ہیں اور اسے سراہتے ہیں، اس سہولت کی وجہ سے ہمیں مذہبی، سماجی، سیاسی شعور کو بیدار کرنے اور اصلاح معاشرہ سے متعلق مضامین کو گھر گھر پہونچانے میں انشاء اللہ مدد ملے گی۔

یادوں کے چراغ

ڈاکٹر ناصر رضا خان جلالی: چند یادیں

: انوار الحسن وسطوی

ڈاکٹر ناصر رضا خان جلالی سابق صدر شعبۂ اردو ڈی، ایس، کالج کٹیہار اردو اور فارسی کے جید استاد کے ساتھ ماہر تعلیم، مصنف، محقق اور ایک ملی رہنما کی حیثیت سے بھی اپنی شناخت رکھتے تھے، وہ اردو زبان وادب کے خاموش خادم تھے، انہوں نے تاحیات اردو زبان کی ترقی اور اس کے فروغ وبقا کے لیے کام کیا۔ کالج کی ملازمت سے سبکدوشی کے بعد خود کو ملی کاموں کے لیے وقف کر رکھا تھا، جب تک صحت نے ساتھ دیا وہ مختلف ادبی، لسانی، ملی اور مذہبی اداروں سے منسلک ہوکر سرگرام کردار ادا کرتے رہے، موصوف ضیق النفس کے دائمی مریض تھے، گذشتہ چند ماہ سے ان کی صحت میں گراوٹ آنے لگی تھی، جب طبیعت زیادہ علیل ہوئی تو انہیں کٹیہار میڈیکل کالج میں داخل کرایا گیا؛ لیکن یہاں ونٹی لیٹر کی سہولت مہیا نہ رہنے کے سبب انہیں پورنیہ کے میکس ہسپتال لے جایا گیا، یہاں کے ڈاکٹروں نے بھی ان کے علاج کے سلسلہ میں اپنی مایوسی کا اظہار کیا، لہذا انہیں ان کی رہائش گاہ عابد کالونی، کٹیہار واپس لے آیا گیا جہاں مورخہ ۸/ دسمبر ۲۰۱۷ء کو شب جمعہ تقریبا 1:30 بجے انہوں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہہ دیا، اسی دن کو بعد نماز جمعہ رامپاڑہ عیدگاہ میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی؛ جس کی امامت مولانا محمد رضوان عالم نے فرمائی اور تدفین رامپاڑہ قبرستان میں عمل میں آئی نماز جنازہ اور تدفین میں شہر کے علاوہ دیہی علاقوں کے ہزاروں افراد نے بلا اختلاف مذہب ومسلک شرکت کر کے ان سے اپنی محبت کا ثبوت دیا، ان کی عمر تقریبا ۷۵/سال تھی۔

ڈاکٹر ناصر رضا خان جلالی ضلع ویشالی کی معروف بستی سلطان پور (مہنار) سے تعلق رکھتے تھے، تعلیمی اسناد کے مطابق ان کی تاریخ پیدائش یکم اکتوبر ۱۹۴۲ء ہے، ناصر رضا خان جلالی اپنے چھے بھائیوں میں چوتھے نمبر پر تھے۔ ان کی ابتدائی تعلیم ان کے والد گرامی الحاج محمد نعیم خان کے زیر نگرانی ہوئی جو خود ایک تعلیم یافتہ اور دین دار انسان تھے، مکتب کی تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۹۵۲ء میں آپ کے والد گرامی نے آپ کا داخلہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ میں وسطانیہ اول میں کرایا جہاں ۱۹۵۲ء سے ۱۹۶۵ء تک وہ زیر تعلیم رہے، انہوں نے یہاں عالم اور فاضل تک کی تعلیم حاصل کی، اسی درمیان انہوں نے پرائیوٹ طور پر میٹرک اور آئی۔ اے کا امتحان پاس کیا، مگدھ یونیورسٹی سے ایم۔ اے (اردو) کا امتحان بھی فرسٹ کلاس میں پاس کیا۔ ۱۹۷۳ء میں اسی یونیورسٹی سے فارسی میں ایم۔ اے کی سند حاصل کی، اس سے قبل ۱۹۷۲ء میں ذکیہ آفاقیہ اسلامیہ کالج، سیوان میں بحیثیت لکچرر بحال ہوئے تھے۔ ۱۹۷۴ء میں بہار اردو اکادمی میں ریسرچ اسسٹنٹ کی حیثیت سے کلیات شاد، کی ترتیب وتزئین کے کام انجام دیے، اسی سال وزارت تعلیمات حکومت ہند کے ایک پروجیکٹ (جو اردو ترقی بورڈ کے زیر اہتمام تھا) میں انگریزی اردو لغت کی ترتیب میں معاون کی حیثیت سے کام کیا، یہ ڈکشنری اردو کے مشہور نقاد پروفیسر کلیم الدین احمد کی ادارت میں تیار کی جارہی تھی، ڈاکٹر ناصر رضا جلالی نے پروفیسر کلیم الدین احمد سے بھرپور علمی استفادہ کیا۔ انہوں نے پروفیسر کلیم الدین احمد کی زیر نگرانی نصیر حسین نصیر کی حیات اور شاعری کے موضوع پر مقالہ لکھ کر پٹنہ یونیورسٹی سے ۱۹۷۹ء میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ وہ اسی سال متھلا یونیورسٹی سروس میں منتخب کیے گئے اور ان کی تقرری بحیثیت لکچرر ڈی۔ ایس۔ کالج کٹیہار میں ہوئی، وہ اس کالج میں تقریبا چوبیس سال اردو شعر وادب کی تدریس کے فرائض انجام دے کر نومبر ۲۰۰۲ء میں صدر شعبۂ اردو کے عہدے سے سبکدوش ہوئے، اس کالج کے شعبہ اردو میں بی۔ اے آنرس تک کی ہی تعلیم ہوتی تھی، ڈاکٹر ناصر رضا جلالی کی کوششوں سے یہاں ایم۔ اے (اردو) تک کی پڑھائی ہونے لگی۔ انہوں نے اپنی قابلیت، صلاحیت اور محنت سے اس کالج کے شعبۂ اردو کو ایک مثالی شعبہ بنایا، اس علاقہ میں ان کے شاگردوں کی کثیر تعداد موجود ہے۔ ان کے ہزاروں شاگرد بی۔ اے اور ایم۔ اے کر کے زندگی کے مختلف میدانوں میں اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں، کالج کے علاوہ کٹیہار علاقہ کے عام لوگوں میں بھی ان کی شناخت تھی، ان کی نیکی، شرافت، حسن اخلاق اور حسن کارکردگی کے سبھی معترف تھے، انہوں نے کٹیہار اور اس کے گرد ونواح میں اردو کی تعلیم وتدریس کے ذریعہ وہاں کی مسلم آبادی کے اندر اردو تہذیب اور مذہبی شعور پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا، باشندگان کٹیہار ان کی خدمات اور کارناموں کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔

ڈاکٹر ناصر رضا خان بی۔ این۔ منڈل یونیورسٹی کے سینٹ اور اکیڈمک کانسل کے بھی ممبر رہے، کئی سالوں تک امتحان کنٹرولر بھی ہوئے اور اقلیتی کوچنگ سنٹر کے کوآرڈینیٹر بھی بنائے گئے، اس کے علاوہ ڈی۔ ایس کالج کٹیہار کی انتظامیہ کمیٹی کے رکن کے ساتھ ساتھ ایس پی کالج کے بھی رکن تھے، مرحوم ناصر رضا خان جلالی کئی سماجی، ادبی، ملی اور دینی اداروں سے بھی وابستہ تھے۔ بالخصوص امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ اور جھارکھنڈ کے لیے ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں، وہ امارت شرعیہ کی مجلس شوریٰ کے فعال رکن تھے، حقیقت یہ ہے کہ وہ کٹیہار ضلع میں امارت شرعیہ کے ترجمان اور اس کے کاموں کے نگہبان تھے، وہ یہاں کے دفتر دار القضاء کے بھی نگراں تھے، امارت شرعیہ کے لیے ان کی اسی خدمات کے مدنظر ان کے انتقال کی خبر سے وہاں غم کا ماحول چھا گیا۔ چنانچہ امارت کے ذمہ داران اور کارکنان نے پروفیسر ناصر رضا جلالی کی خوبیوں اور ان کی خدمات کو یاد کر کے ان کے لیے دعائے مغفرت کی۔ ڈاکٹر ناصر رضا جلالی سے میری پہلی ملاقات ۲۹/فروری ۱۹۸۴ء کو پی۔ ایم سی مکتب نون گولہ، حاجی پور میں ہوئی تھی۔ موصوف سے ملاقات امارت شرعیہ کے شوریٰ کے اجلاس میں پابندی سے ہوا کرتی تھی، ناصر رضا صاحب کٹیہار سے شوریٰ کے رکن تھے اور راقم السطور ویشالی سے شوریٰ کا رکن ہے۔

ڈاکٹر ناصر رضا جلالی کئی کتابوں کے مصنف تھے، ان کی تین مشہور تصانیف ہیں: (۱) اردو کے ممتاز غیر مسلم نظم نگار۔ (۲) آزادی کے بعد اردو کے ممتاز ہندو شعراء (نظم نگار) (۳) نظم نگارانِ ہندو شعراء (حیات وکلام کا جائزہ) (بقیہ صفحہ ۱۱ پر)

کتابوں کی دنیا

تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں

تمثیل نو-ادبی صحافت کا نقش

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

تمثیل نو گذشتہ سترہ سالوں سے بہار کی مردم خیز زمین دربھنگہ سے نکل رہا ہے، اس کے مدیر مشہور شاعر، ادیب، نقاد، صحافی امام اعظم ہیں، نام کا اثر ان کے کام پر بھی ہے، وہ ادبی صحافت کے امام اعظم ہیں، اور اس دور میں جب ادب کے قاری کا حلقہ سکڑتا اور سمٹتا جارہا ہے، وہ پوری اولوالعزمی کے ساتھ تمثیل نو کو نکال رہے ہیں، تمثیل نو کا پہلا شمارہ صرف پینسٹھ صفحات پر مشتمل ۲۰۰۱ء میں نکلا تھا، پھر یہ ہوا کہ اس کے صفحات بڑھتے گیے، مقبولیت میں اضافہ ہوتا رہا اور اب یہ چار سو سے زیادہ صفحات پر نکلا کرتا ہے، اس کے خصوصی شمارے موضوع کا احاطہ کرنے کے ساتھ ساتھ غزل، افسانے، انشائیے، خطوط، انٹرویو، وفیات، ادبی خبریں، تعزیتی مضامین، سفر نامے، تبصرے وغیرہ پر مشتمل ہوتے ہیں، رسالہ کو ملک وبیرون ملک کے نامور اہل قلم کا بھرپور تعاون حاصل ہے، یہ تعاون امام اعظم صاحب کے خلوص ومحبت کی وجہ سے ہے جو اہل قلم کے لئے ان کے دلوں میں ہے، ان کے خلوص ہی کی برکت ہے کہ تمثیل نو پابندی سے نکل رہا ہے اور ہم جیسے لوگوں تک پہونچ بھی رہا ہے، اس کی راہ میں بھی وسائل کی کمی آتی ہوگی، لیکن ''امام'' تو ''امام'' ہے وہ ان تمام رکاوٹوں کو دور کرنے پر قادر ہوتا ہے، اسے شاہ راہ پر چلنا بھی آتا ہے اور دار ورسن پر لٹکنا بھی۔

ڈاکٹر ابرار احمد اجراوی بھی تمثیل نو کے مداحوں اور ثنا خانوں میں ہیں، انہوں نے جے ان یو سے ام اے، پی اچ ڈی کیا ہے، تحقیقی کام کا ان کے پاس سلیقہ بھی ہے اور شعور بھی، موضوعات کا انتخاب وہ سوچ سمجھ کر کرتے ہیں، اس انتخاب میں طباعت کے مراحل میں آسانیوں کا بھی انہیں خیال رہتا ہے، ''تمثیل نو ادبی صحافت کا نقش'' کے مرتب وہی ہیں، سرورق پر ترتیب کے ساتھ تہذیب بھی درج ہے، شاید یہ لفظ کانٹ چھانٹ، تراش وخراش کے معنی میں یہاں استعمال ہوا ہے، چمن بندی کے لیے یہ عمل بھی ضروری ہے، اور مجھے کہہ لینے دیجیے کہ یہ کام آسان نہیں ہے، اس کام کے نتیجے میں یہ کتاب حشو وزوائد سے محفوظ ہوگئی ہے، چار سو اسی (۴۸۰) صفحات پر مشتمل یہ کتاب تمثیل نو پر ہر قسم کے تبصرے پر مشتمل ہے، منظومات، منثورات، تبصرے، اعترافیہ، خشونت سنگھ اپنے کالم میں، اشاریہ اور فہرست پر مشتمل یہ کتاب تمثیل نو کے مضامین کے تنوع، بوقلمونی اور اس کے مندرجات پر اہل علم وقلم کے قیمتی آرا کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، منظومات میں نو نظمیں، منثورات اور تبصرے کے ذیل میں ۲۴، ۲۴، اعترافیہ میں سات، خشونت سنگھ اپنے کالم میں ایک مضمون شامل ہے، مرتب کا اپنا اعتراف نامہ اصلا طویل مقدمہ ہے، جو تقریبا ۲۷/صفحات پر پھیلا ہوا ہے، ڈاکٹر سرور کریم کا تجزیاتی مطالعہ ہمیں تمثیل نو کے درون وبیرون کی تفصیلی کہانی سناتا ہے اور یہ چونتیس صفحات پر مشتمل ہے، جو انتہائی معلوماتی ہے، اس مضمون میں تمثیل نو کی مختلف جہتوں کا تحقیقی مطالعہ کرنے کی کوشش کی گئی اور اسے مدلل کرنے کے لیے مختصر اور طویل اقتباسات نقل کیے گیے ہیں، اس کتاب میں جو کچھ درج ہے اس میں نیا پن مرتب کی محنتوں سے پیدا ہوا ہے، ورنہ کم وبیش سارے مضامین تمثیل نو میں چھپ چکے ہیں، اور قارئین کے پڑھے ہوئے ہیں، البتہ تمثیل نو سے متعلق تبصرے اور خیالات جو اس کتاب میں یکجا کر دیے گیے ہیں، عام قاری کے لیے تو نئے ہیں ہی، تمثیل نو کے مستقل قارئین کے لیے بھی قند مکرر کا مزہ دیتے ہیں، آخر ایسے ہی تو نہیں کہا گیا ہے کہ '' گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را''

کتاب کا انتساب اردو کی تیسری بستی کے اہم شاعر اور دانشور اشرف گل کے نام ہے، جن کی وابستگی شروع سے ہی تمثیل نو کے ساتھ رہی ہے، اس کتاب کا سب سے اہم حصہ ''تمثیل نو کا اشاریہ'' ہے جسے شاہد اقبال نے بڑی محنت وجانفشانی سے مرتب کیا ہے، مضامین، افسانہ، نظم، غزل، تبصرے وغیرہ کو موضوعات بنا کر ابجدی ترتیب سے مصنف، مؤلف، مضمون، مقالہ اور مکتوب نگار کے نام کے ساتھ درج کر دیا گیا ہے، شروع کے چند صفحات میں اردو رسائل وجرائد کی اشاریہ سازی پر بھی کلام کیا ہے، یہ حصہ بھی کافی معلوماتی ہے، امام اعظم صاحب کو اس حصہ کو الگ سے بھی شائع کرنا چاہیے، تاکہ اسکالر اور محققین کے لیے ریفرنس بک کے طور پر اسے استعمال کیا جا سکے، ضروری نہیں کہ یہ کام ابھی ہو، پچیس سال پورے ہونے پر بھی کیا جاسکتا ہے، لیکن کرنا چاہیے۔

مجھے اس کتاب کے نام سے اختلاف بایں معنی ہے کہ اس میں ''نقش'' کے ساتھ ''جمیل'' کو چھوڑ دیا گیا ہے، اگر اس کتاب کا نام ''تمثیل نو۔ ادبی صحافت کا نقش جمیل'' رکھا جاتا تو نام سے کتاب کی مناسبت واضح ہوتی، یوں بھی نقش کا لفظ بغیر صفت کے ذکر کے لولا، بُچا لگتا ہے، جیسے کسی حسینہ کے کان سے جھومر بُندے اور ناک سے بیسر اتار لیا گیا ہو کچھ نہ میسر ہو تو بھی ''ناک میں فقط نیم کا تنکا'' تو ہو، کتاب کی قیمت چار سو روپے زائد نہیں ہے، اتنی ضخیم کتاب، ہارڈ بائنڈنگ جلد، ڈبل کوور کے ساتھ سستی ہی معلوم ہوتی ہے، بک سیلروں کے کمیشن وصول کرنے کے بعد ادارہ کو بچے گا ہی کیا؟ یاد رہے کہ اردو کتابوں پر اب کمیشن ساٹھ فی صد سے بھی زائد دینا پڑتا ہے، کتاب کی اشاعت ام آر پبلی کیشن کے ذریعہ ہوئی ہے اور اچھی ہوئی ہے، چار سو اسی (۴۸۰) صفحات کی کتاب اٹھانے کے لئے ہاتھ بھی مضبوط ہونے چاہیے، ہمارے بوڑھے قارئین جو مطالعہ کے شوقین ہیں، لیکن ہاتھ میں رعشہ ہے، انگلیاں کپکپاتی رہتی ہیں، ان کی رعایت کرتے ہوئے کاغذ عمدہ لیکن خاکی رنگ کے ہلکے وزن کا دیا گیا ہے، جسے ہر کوئی آسانی سے اٹھا سکتا ہے، ایک اور خوبی یہ ہے کہ پروف کی غلطیاں نہ کے برابر ہیں، جس نے بھی یہ کام کیا ہے، دِقت نظر کے ساتھ کیا ہے، ''نہ کے برابر'' کا لفظ احتیاطا استعمال کیا ہے، کیوں کہ انسانی کام میں خامیاں رہ ہی جاتی ہیں، ورنہ صحیح یہ ہے کہ مجھے تو کوئی غلطی نظر نہیں آئی، قصور چشمے کا بھی ہوسکتا ہے۔

بہر کیف! کتاب اس لائق ہے کہ ہر لائبریری کی زینت بنے اور ادب کے ہر قاری کے مطالعہ سے گذرے، اس سے معلومات بھی ہوگی، لکھنے کا سلیقہ بھی آئے گا اور حوصلہ بھی بڑھے گا، میں اس اہم کتاب کی اشاعت پر ڈاکٹر ابرار احمد اجراوی کو مبارکباد دیتا ہوں، اور ڈاکٹر امام اعظم کی کاوشوں کو سلام کرتا ہوں۔

بچوں کی تعلیم وتربیت کے نبوی اصول

محمد اختر ساھو

صحیح تعلیم وتربیت کارنبوت کاایک اہم جزو ہے۔ کیوں کہ تعلیم کسی بھی قوم کے لیے ترقی کا اہم ذریعہ ہوتا ہے بلکہ ہرقوم کی تعلیم وترقی کا انحصار ہی اس کی تعلیم پر ہوتا ہے۔ جوقومیں تعلیم حاصل کرتی ہیں، وہ اس کی روشنی سے فائدہ بھی اٹھاتی ہیں، وہی قومیں سائنس وٹیکنالوجی کے میدان میں ترقی کرکے دنیا پر حکمرانی کا خواب دیکھتی ہیں اور باقی دنیا کو پیچھے پیچھے چلنے پر مجبور کرتی ہیں۔ تعلیم ہی قوم کے احساس وشعور کونکھارتی ہے اورنئ نسل کو زندگی گذارنے کا طریقہ سکھاتی ہے، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ انسان کسی بھی صفت وکمال میں فراخی اور وسعت حاصل کرسکتا ہے جوعلم کی دولت حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ بالکل اسی طرح کسی بھی قوم کی تعمیر وترقی کا دارومدار اس کی حساس نسل نو اور باشعور نوجوانوں پر ہوتا ہے۔

ہماری نسل جتنی دانش مند ہوگی، ہماری قوم اسی رفتار سے ترقی کی راہ پر گامزن رہے گی۔ اسی لیے ہمیں اپنے نونہالوں کی تعلیم وتربیت کے تئیں بہت زیادہ حساس اورفکر مند ہونا اشد ضروری ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ دیگر امور زندگی کی طرح اس معاملے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہم سب کے لیے مستند اور قابل تقلید ہے۔ اس مختصر مضمون میں ہم اس بات کا سرسری جائزہ لیں گے کہ اس ضمن میں ہمیں سرکار کے اسوۂ حسنہ سے کیا رہنمائی ملتی ہے؟ تاکہ اس کی اتباع کرکے ہم اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت کومفید اور نتیجہ خیز بناسکیں۔

مربی کی شخصیت اور اوصاف:

بچوں کی تعلیم وتربیت میں والدین کی شخصیت اوران کے ذاتی اوصاف کا اہم کردار ہوتا ہے۔ بچے شعوری یا غیر شعوری طور پران سے برابر مت؟ ثر ہوتے رہتے ہیں، اور یہ تأثر اتنا گہرا ہوتا ہے کہ زندگی بھرنمایاں طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے مربی کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ اپنی شخصیت کوقابل تقلید بنانے کی خاطر حضور کی حیات مبارکہ کے مندرجہ ذیل چند پہلوؤں کوپیش نظر رکھے اوران کی روشنی میں اپنی شخصیت کوڈھالے۔

حضور کی شخصیت بڑی دل کش دل آویز اور مؤثر تھی، جوبھی دیکھتا بے اختیار کھینچتا چلا آتا، معلم ومربی کوبھی اپنے اندران اوصاف کی جھلک لانی چاہیے تاکہ بچے ان سے بدکنے کے بجائے ان کے قریب آئیں، توجہ اور دلچسپی سے ان کی باتیں سنیں اوران کا اثر قبول کریں۔ حضور کی ذات گرامی علم وحکمت کی حامل تھی، مربی کوبھی صاحب علم وحکمت ہونا چاہیے کیوں کہ صحیح اور پختہ علم کے بغیر بچوں کواچھی تعلیم نہیں دی جاسکتی اور حکمت کے بغیر سلیقے سے ان کی تربیت نہیں کی جاسکتی۔ عفوودرگزر اور تحمل وبردباری میں حضور اپنی مثال آپ تھے۔ مربی کو بھی نادان بچوں سے سابقہ پیش آتا ہے جن سے ہمہ وقت غلطیاں، کوتاہیاں اور خلاف طبع حرکات سرزد ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ اس لیے مربی کے اندر بھی مذکورہ بالا صفات کا موجود ہونا اشد ضروری ہے؛ کیوں کہ چڑچڑے اور غصہ ور لوگ کبھی اچھے معلم ومربی نہیں بن سکتے۔ حضور کی خوش اخلاقی اور ملنساری کا یہ عالم تھا کہ اپنے پرائے، دوست ودشمن سب سے خندہ پیشانی سے پیش آتے، دل پرخواہ کچھ بھی بیت رہی ہو، مسکراتے ہوئے ملتے۔ تبسم، مزاح اور خوش طبعی کا اہتمام فرماتے۔ مربی کوبھی بہت ہی خوش اخلاق، ملنسار اور خوش طبع ہونا چاہیے۔ ان صفات کے بغیر مربی، بچوں کی تربیت کا فریضہ بحسن وخوبی انجام نہیں دے سکتا۔ حضور کی حیات مبارکہ سے یہ رہنمائی بھی ملتی ہے کہ مربی کے اندر احساس ذمہ داری، تربیت اطفال میں کامل انہماک اور لگن موجود ہو، بچوں سے غیر معمولی انسیت اور طبعی مناسبت ہو، ان کی بچکانہ حرکات کی بہت زیادہ رعایت کریں، انہیں مارنے پیٹنے کے بجائے الفت ومحبت کے سائے میں پروان چڑھانے کی کوشش کریں۔ ان امور کو بروئے کارلائے بغیر تربیت کبھی بھی مفید اور نتیجہ خیز نہیں بن سکتی۔

مربی کی آواز:

آواز کے معاملے میں مربی کی رہنمائی کے لیے حضور کے اسوہ سے مندرجہ ذیل باتیں پیش نظر رکھیں: مربی کی آواز نہ زیادہ پست ہو نہ بہت بلند، بلکہ میانہ ہو جو کانوں کو بہت خوشگوار معلوم ہو۔ البتہ حسب ضروت اتنی بلند آواز سے بولیں کہ مخاطب سن سکے۔ چیخنا چلانا یا کرخت آواز سے بولنا توکسی طرح درست نہیں۔ گدھے کی آواز کی تو قرآن نے بھی مذمت فرمائی ہے۔ ابتدا سے انتہا تک منھ بھر کر بولیں۔ یہ نہیں کہ آدھی بات اندر ہی رہ جائے۔ مربی کی آواز میں تصنع وتکلف بالکل نہ ہو۔ طرز کلام میں بے ساختہ پن اور بے تکلفی برقرار رہے۔ منھ ٹیڑھا کرکے بولنے اور آواز میں تصنع پیدا کرنے سے گریز کریں۔ ضرورت کے مطابق بولیں، زیادہ اور بے موقع بولنے نیز فضول باتیں کرنے ے حد درجہ پرہیز کریں۔

مربی کی زبان:

تعلیم وتربیت میں مربی کی زبان کو بہت زیادہ دخل ہے۔ بچے ارادی اور غیر ارادی طور پر مربی کی زبان کی تقلید کرنے لگتے ہیں، اس لیے مربی کوزبان کے استعمال میں بہت زیادہ محتاط ہونا چاہیے۔ اس ضمن میں حضور کے اسوۂ حسنہ سے مندرجہ ذیل رہنمائی ملتی ہے:

مربی بہت ہی صاف، سادہ، عام فہم اورسلیس زبان استعمال کریں، مرصع ومسجع عبارت بولنے اور پرتکلف زبان استعمال کرنے سے گریز کریں۔ جن باتوں کاتفصیل سے ذکرکرنا شائستگی کے خلاف ہو اسے اشاروں اور کنایوں میں بیان کریں، زبان کی صحت اور شائستگی کا بھرپور لحاظ رکھیں تاکہ بچوں کی زبان بھی ان اوصاف کی حامل ہوں، غلط زبان اور ناشائستہ کلام سے مربی کوتو خود بچناہی چاہیے، بچوں سے بھی کوتاہی ہوتو بروقت اصلاح کردینی چاہیے۔

بات چیت کا طریقہ:

گفتگو مؤثر اور مفید اسی وقت ہوسکتی ہے جب اس ضمن میں حضور کے اسوۂ مبارکہ کی اتباع کی جائے۔ یعنی گفتگو زیادہ سے زیادہ بے تکلفی کی فضا میں ہو تاکہ بچے بے جھجک اپنا مافی الضمیر ادا کرسکیں۔ البتہ شائستگی کو ہر حال میں برقرار رکھا جائے۔ ایک وقت میں ایک ہی شخص بات کرے، جب تک ایک شخص اپنی بات پوری نہ کرلے، بیچ میں نہ بولا جائے، دوران گفتگو تعلیم وتربیت کے جو مواقع ہاتھ آئیں ان سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے۔ بات چیت میں الفاظ تیز رفتاری سے نہیں بلکہ ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے ادا کیے جائیں۔ گفتگو میں بچوں کی استعداد، ذوق اور ضروریات کی حتیٰ الامکان رعایت کی جائے۔ بچوں کوتوجہ اور خندہ پیشانی سے بات سننے کا عادی بنایا جائے۔

بچوں سے برتاؤ:

بچوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنے کی حضور نے وصیت فرمائی ہے۔ اس ضمن میں حضور کے اسوۂ مبارکہ سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ بچوں سے مسکراتے ہوئے نرمی وملاطفت سے پیش آئیں، ان کی عزت نفس کا خیال رکھیں، کبھی بھی کسی بچے کی تحقیر یا تذلیل نہ کریں، ان کی دل داری کے لیے خوش طبعی اور مہذب ظرافت سے بھی کام لیں۔ انکی استعداد، ذوق اور دلچسپی کی رعایت کریں۔ گفتگو یا وعظ وتلقین کوکبھی بھی ان پر بارنہ ہونے دیں۔ بچہ ادب کے حدود سے تجاوز کرے تو کمال حلم سے برداشت کریں، ناپسند بات پر مطلع کردیں اور بازرکھیں۔ ان کے سوالات کے تشفی بخش جواب دیں۔ لغو یا فضول سوالات سے منع کردیں یا نظر انداز کرجائیں، کوئی خامی دیکھیں تو عمومی انداز میں ٹوک دیں یا درحدیث دیگراں توجہ دلائیں، ان کے ساتھ روابط میں غیر معمولی یگانگت، قرب، اور لگاؤ کا ثبوت دیں، ان کے برابر بیٹھ جائیں، سینے سے چمٹا کردعائیں دیں، دونوں کندھوں پر نہایت شفقت اور دل گدازی سے تلقین فرمائین۔ کوئی بچہ کسی طرح کی کوئی معمولی خدمت بھی بجالائے تو مشکور ہوں اور دعائیں دیں۔ تمام بچوں پر پوری پوری توجہ دیں تاکہ کسی کوتفوق یا ترجیحی سلوک کا احساس نہ ہو۔ اگر مذکورہ باتوں کوپیش نظر رکھ کر تعلیم وتربیت کا کام کیا جائے توان شاء اللہ یہ تعلیم وتربیت نہایت معیاری اور نتیجہ خیز ہوگی۔ نیز بچوں کوحسین مستقبل فراہم کرنے کے لیے حد درجہ کار آمد ثابت ہوگی۔ دعا گو ہوں کہ اللہ عزوجل ہمیں نونہالوں کی عمدہ سے عمدہ تعلیم وتربیت کی توفیق عطا فرمائے، اور ہماری مستقبل کے ان نگہبانوں کوملک وقوم کا خادم بنائے۔

علم اور تعلیم

ڈاکٹر صفدر محمود

تعلیم اور چیز ہے علم اور چیز ہے۔ یہ دونوں زندگی کے مختلف شعبے ہیں جو تغیرات زمانہ اور تہذیبوں کے غالب ومغلوب ہونے سے اپنا مفہوم بدل چکے ہیں۔ حرف عام میں تعلیم کا مقصد ڈگری حاصل کرکے روزی کمانے کے قابل بننا ہے اور یہ تحفہ مغربی تہذیب کا ہے، جس پر مادہ پرستی کا رنگ غالب ہے۔ چنانچہ تعلیم طالب علم کی معلومات میں اضافہ کرتی ہے، اسے پڑھنا لکھنا سکھاتی اور ہنرمندی سے لیس کرتی ہے۔ اس سے آگے طالب علم کی اپنی محنت ہے کہ وہ کس شعبے میں جاتا ہے اور کتنی ترقی کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ تعلیم کا مقصد طالب علم کی شخصیت، کردار، اقدار اور سوچ کی تعمیر نہیں بلکہ اس کا اولین مقصد اسے ہنرمند بنانا اور روزی کمانے کے قابل بنانا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنے طور پر یہ بھی ایک اہم مقصد ہے کیونکہ زندگی کی دوڑ میں باعزت رزق کمانا نہایت اہم اور کٹھن کام ہے۔ آپ کی شخصیت چاہے کتنی ہی دلآویز، متاثر کن ہو اور آپ کا اخلاق چاہے کتنا ہی قابل رشک ہو محض اس کے بل بوتے پر باعزت رزق کمانا آسان نہیں جبکہ اگر آپ کے پاس اچھی کوالیفکیشن، مضبوط ڈگری اور مارکیٹ کے مطابق تعلیم موجود ہے تو روزی کمانے کا موقع بہرحال پیدا ہوجاتا ہے۔

علم کیا ہے؟ ہم سمجھتے ہیں کہ اپنے اپنے شعبے، اپنی پسند اور اپنے پروفیشن سے متعلق کتابیں پڑھنا علم ہے۔ حضرت علیؓ باب علم ہیں ان کی علم کے بارے میں عام فہم تشریح پڑھ کر مجھے احساس ہوا کہ جسے ہم علم سمجھتے ہیں وہ دراصل تعلیم ہے۔ تعلیم کے تصور پر مغربی مادیت پرستی اور مالی افادیت حاوی ہے جبکہ علم مختلف شے ہے اور علم کے تصور پر روحانیت کا رنگ غالب ہے۔ کسی ولی اللہ کا فرمان ہے کہ علم خدا تک پہنچنے کا راستہ بتاتا ہے۔ حضرت علیؓ کا قول زیادہ فصیح اور واضح ہے۔ کسی نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ علم کیا ہے؟ آپ نے علم کے کرشمے اور علم کی وضاحت یوں کی "کوئی تم پر ظلم کرے تو اسے معاف کردو، تعلقات توڑے تو جوڑلو، کوئی تمہیں محروم کرے تو اسے نوازدو، کسی سے انتقام لینا ہوتو درگزر کردو، غصے میں ایسی بات نہ کرو کہ بعد میں ندامت ہو۔ یہ علم ہے۔" گویا حضرت علیؓ کے نزدیک علم اخلاق، کردار اور خصائل کا نام ہے نہ کہ محض روزی کمانے کی بیساکھی یا ذریعہ اگر اس قول پر مزید غور کیا جائے اور تہہ در تہہ مفہوم سمجھنے کی سعی کی جائے تو احساس ہوتا ہے کہ یہ وہی علم ہے جس کے حوالے سے بعض اولیاء نے فرمایا کہ علم خدا تک پہنچنے کا راستہ بتاتا اور ذریعہ بنتا ہے کیونکہ حضرت علیؓ نے جس اخلاق حسنہ کو علم قرار دیا ہے اس میں سیرت نبوی ﷺ کی جھلک نظر آتی ہے اور ظاہر ہے کہ سیرت نبوی ﷺ کی پیروی ہی اللہ سبحانہ تعالیٰ سے حصول قرب کا ذریعہ بنتی ہے۔ گویا علم پر روحانیت، فقر اور اخلاق کا پہلو غالب ہے، جبکہ تعلیم پر افادیت کا تصور چھایا ہوا ہے۔ مختصر یہ کہ ہماری تعلیم روزمرہ کی زندگی کا اثاثہ ہے جبکہ علم آخرت کا توشہ ہے۔

کامیابی کا راز

محمد ریحان

کسی بھی انسان کی کامیابی اور ناکامی میں کوئی باہری فیکٹر کام نہیں کرتا، انسان کی کامیابی اور ناکامی خود اس کی ذات پر منحصر ہوتی ہے، اگر کوئی کامیاب ہوجاتا ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اس کے پاس کامیابی کی منزل تک پہونچنے کے سارے وسائل مہیا تھے، اسی طرح اس کے برعکس اگر کوئی زندگی میں ناکام ہوجاتا ہے تو اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط ہے کہ اس کے پاس وسائل کی کمی تھی، یا حالات سازگار نہیں تھے، بعض لوگ وسائل کے ہوئے ہوئے بھی ناکامی ونامرادی کی عمیق کھائی میں گرتے ہیں اور بعض لوگ وسائل کے نہ ہوتے ہوئے بھی کامیابی وکامرانی کا روشن باب لکھتے ہیں، بہت دور جانے کی ضرورت نہیں ہے، آپ اے پی جے عبدالکلام کی مثال سامنے رکھ سکتے ہیں، ان کے والدین کے پاس کیا تھا، نہ تو مال ودولت کا انبار تھا اور نہ ہی سیاسی اثر ورسوخ، عبدالکلام ایک معمولی انسان کا بیٹا ہوتے ہوئے کامیابی کی اس چوٹی تک پہنچے کے ساری نوجوان نسل کے لیے کامیابی کا Icon بن گئے، کئی ایسے لوگ اس دنیا میں پیدا ہوئے، جن کے پاس مال واسباب کی ریل پیل اور وسائل کی فراوانی تھی؛ لیکن گمنامی کے جنگل میں ایسے گم ہوگئے کہ جسے نہ ہم جانتے ہیں اور نہ آپ، بات دراصل یہ ہے کہ جو کامیاب ہونا چاہتا ہے، وہ وسائل کی ناموجودگی میں وسائل پیدا کرلیتا ہے اور ناسازگار حالات کو اپنے لیے سازگار کرنے کی کوشش کرتا ہے، وہ شکایت نہیں کرتا؛ بلکہ کوشش کرتا ہے، شکایتی لہجہ ذہنی طور پر اپنی ناکامی قبول کرچکے لوگ اختیار کرتے ہیں، کامیابی کو محض قسمت خیال کرنے والے وسائل نہ ہونے کا زندگی بھر رونا روتے رہتے ہیں، ایک کامیاب ہونے والے انسان کی زندگی اور ناکام ہونے والے انسان کی زندگی میں کوئی فرق نہیں، سوائے اس کے کہ ایک پریشانیوں کے درمیان گھرے رہنے کے باوجود اپنی کامیابی کے تئیں پرامید رہتا ہے اور اسے حاصل کرنے کی اپنی کوشش جاری رکھتا ہے اور دوسرا کامیابی کو لے کر اتنی غیریقینی کی صورت حال میں سانس لیتا ہے کہ اگر ناخوشگوار واقعے کا ایک ہلکا سا جھونکا اس کو چھوکر گزر جائے تو اسے لگتا ہے جیسے اس کے کامیاب ہونے کے راستے مسدود ہوگئے۔

میرا یہ ماننا ہے کہ کامیاب ہونے کی اولین شرط امید پرست ہونا ہے، امید پرست انسان ہمیشہ مستقبل پر اپنی نظر رکھتا ہے، ماضی میں کیا کھویا اور کیا پایا، اس کا حساب وکتاب اس کے پاس ہوتا ہے اور اپنے حال کا بھی ایماندارانہ تجربہ کرتا ہے، اگر وہ ماضی میں کسی چیز سے محروم رہ گیا ہوتا ہے اور اسے حال میں بھی حاصل کرنے کے امکانات نظر نہیں آتے تو وہ اسے مستقبل میں حاصل کرنے کی تیاری شروع کردیتا ہے، امید پرست انسان یہ جانتا ہے کہ کامیابی ایک دن میں حاصل نہیں ہوتی؛ لیکن اسے یہ یقین ضرور ہوتا ہے کہ محنت کرنے والوں کو ایک نہ ایک دن کامیابی ضرور ملتی ہے، قنوطیت پسند (Pessimist) ماضی کے ایک ناخوشگوار سے چمٹ جاتا ہے اور زندگی بھر اس واقعہ کے اثر سے باہر نہیں نکل پاتا، وہ مستقبل کے مواقع کو ماضی کی ناخوشگوار یادوں کی نذر کردیتا ہے، قنوطی انسان بار بار کوشش کرنے کے جذبے سے محروم ہوتا ہے، وہ یہ سوچتا ہے کہ کامیابی اگر آج نہیں ملی تو وہ کل بھی نہیں ملے گی، اس لیے وہ ماضی کی ناکامیوں کے ساتھ جی کر آگے آنے والے سارے سنہرے مواقع کھودیتا ہے، امید پرست شخص ہر چیز میں مثبت پہلو تلاش کرتا ہے اور قنوطی انسان ہر شئے میں منفی پہلو دیکھتا ہے، ان دونوں کے درمیان کیا فرق ہے؟ اس کو ایک انگریزی شاعر رفیڈ رک لینگ برج نے بڑے خوبصورت الفاظ میں اس طرح بیان کیا ہے۔

Two men look out through same bars
One sees the mud, and one the stars

یعنی دو انسان رات کے وقت ایک ہی جنگلہ سے باہر کی طرف دیکھتے ہیں، ایک کیچڑ دیکھتا ہے اور ایک ستارہ۔

یہاں پہلی قسم قنوطی شخص کی ہے اور دوسری قسم امید پرست انسان کی ہے، باہر کی طرف دیکھنے کا وسیلہ ایک ہی ہے؛ لیکن دونوں اپنی اپنی سوچ اور فکر کے اعتبار سے دو جدا جدا اور مختلف چیزیں دیکھ رہے ہیں، ہم ایک جیسا واقعہ سے دو الگ الگ نتیجے اخذ کرتے ہیں، ہر نتیجہ ہماری سوچ اور فکر کے مطابق ہوتا ہے، امید پرست انسان ہر واقعہ میں روشن پہلو تلاش کرتا ہے، اس کے برعکس ایک قنوطی انسان ہر واقعہ میں تاریک پہلو ہی دیکھتا ہے، ایک امید پرست اور ایک قنوطی انسان کیسے ایک ہی واقعہ سے اپنے اپنے طور پر نتیجہ اخذ کرتا ہے، اس کو فارسی کے ایک شعر سے سمجھتے ہیں۔

تفاوت است میان شنیدن من وتو
تو غلق باب ومنم فتح باب می شنوم

یعنی میرے اور تمہارے درمیان جو فرق ہے وہ سماعت کا ہے، دروازے پر آواز ہوتی ہے تو تم یہ سمجھتے ہو کہ دروازہ بند ہوگیا اور مجھے لگتا ہے کہ وہ آواز اس کے کھلنے کی ہے۔ یہاں پر غور کریں کہ کتنا عظیم فرق نمایاں ہوگیا، ایک قنوطی اور ایک امید پرست انسان کے درمیان۔ ایک ہی واقعہ ہورہا ہے؛ لیکن اس کے معنی ومطلب الگ الگ اخذ کئے جارہے ہیں، حقیقی زندگی میں بھی امید پرست اور قنوطی انسان کے درمیان یہی فرق ہے، کوئی واقعہ اپنے آپ میں اتنی صلاحیت نہیں رکھتا کہ وہ ایک انسان کی ترقی کے سفر کو روک دے۔

امید پرست انسان کے سامنے اگر ظاہری طور پر بھی کوئی منفی واقعہ پیش آتا ہے تو اس سے دل برداشتہ ہوکر اپنا سفر منقطع نہیں کرتا؛ بلکہ ایک نئے حوصلہ کے ساتھ اور ایک نئے طریقے سے اپنا سفر شروع کرتا ہے، امید پرستی ایک رحمت ہے، یہ انسان کو صبر کرنا سکھاتی ہے، یہ انسان کے حوصلے کو زندگی کے کسی بھی مرحلہ میں مرنے نہیں دیتی، کامیاب ہونے والے ناکام رہ جانے والوں سے مختلف اس لیے ہوتے ہیں کہ ان کے سوچنے کا انداز الگ ہوتا ہے، ان کے کام کرنے کا انداز جدا ہوتا ہے، وہ اپنی حکمت عملی وقت اور حالات کے مطابق تیار کرتے ہیں، ناامیدی ایک زحمت ہے، ناامید انسان ایک ہی راستے پر اپنی زندگی کی گاڑی ڈال دیتا ہے، راہ کی کوئی بھی رکاوٹ پیدا ہوتی ہے تو وہیں بیٹھ کر رکاوٹ کا رونا رونے لگتا ہے، وقت گزرتا جاتا ہے، زندگی کی شام ہوجاتی ہے اور ناکامی مقدر بن جاتی ہے، شیو کھیرا نے اپنی کتاب You Can Win میں کامیاب ہونے والے انسان کی خصوصیت کے بارے میں بڑی اچھی بات لکھی ہے۔

Winners do not do different things,they do things diffrently.

یعنی کامیاب ہونے والے انسان کوئی مختلف کام نہیں کرتے؛ بلکہ وہ کاموں کو مختلف طریقے سے کرتے ہیں۔

اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ وقت اور حالات کے مطابق اپنی حکمت عملی تیار کرتے ہیں، انہیں جب لگتا ہے کہ کامیابی کی منزل کی طرف جانے والا ایک راستہ بند ہوگیا ہے تو وہ دوسرا راستہ تلاش کرتا ہے، وہ ایک دروازہ کے بند ہوجانے پر دوسرے دروازے کے کھلنے کی امید رکھتا ہے، وہ پریشانی کو عارضی تصور کرتا ہے، امید پرست شخص یہ یقین رکھتا ہے کہ ہر مشکل کے بعد آسانی ہے، جس طرح ہر تاریکی کے بعد اجالا ہے، جس طرح رات کا اندھیرا صبح کے اجالے میں دم توڑ دیتا ہے، اسی طرح ایک امید پرست انسان کی پریشانی اس کی امیدوں کے سامنے سرخم کردیتا ہے، ایک ناامید انسان مشکل کو دائمی خیال کرکے اس کے سامنے ہمت اور حوصلے کا ہتھیار ڈال دیتا ہے، آپ دنیا کی تاریخ اٹھاکر پڑھ لیں، جس نے بھی بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں، وہ سب کے سب امید پرست لوگوں نے ہی انجام دیئے ہیں۔

The Story of My Life کی مصنفہ ہیلن کیلر نے بڑی اچھی بات کہی ہے:

No pessimist ever discovered the secret of stars,or sailed to an uncharted land,ro,opened a new door way for the human spirit.

یعنی کسی بھی قنوطیت پسند انسان نے نہ تو نئے ستاروں کی کھوج کی ہے، نہ ہی کسی نامعلوم مقام کی تلاش کی ہے اور نہ ہی انسانی ترقی کے لیے کوئی نیا دروازہ یا نئی چیز دریافت کی ہے۔ دراصل ہیلن کیلر امید پرستی کے فلسفے کی اہمیت کو ثابت کرنا چاہتی ہے، آج دنیا میں علوم وفنون، سائنس وٹکنالوجی اور دیگر شعبۂ ہائے زندگی میں ترقی کی جتنے روشن دروازے کھلے ہیں، وہ سب امید پرست لوگوں کی دین ہیں، برقی بلب کے موجد تھامس الوا ڈیسن بلب کے ایجاد کے دوران کئی بار ناکام ہوئے، لیکن محض امید پرست ہونے کی بدولت یہ ممکن ہوسکا کہ ایک دن وہ بلب بنانے میں کامیاب ہوگئے۔

ابراہم لنکن چوون سال کی عمر میں امریکہ کے صدر منتخب ہوئے، ہم صرف یہ جانتے ہیں کہ وہ امریکہ کے صدر تھے؛ لیکن انہوں نے وہاں تک پہونچنے کے لیے کتنی محنت کی، اس کا علم شاید ہی کسی کو ہو، یہ بات جان کر حیرت ہوگی کہ صدر منتخب ہونے سے پہلے ان کو کئی محاذ پر ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا، اکیس سال کی عمر میں ایک کاروبار میں ناکام ہوئے، بائس سال کی عمر میں قانون سازی کے انتخاب میں شکست ملی، ستائس سال کے ہوئے تو ان کا نروس بریک ڈاؤن ہوا، چوتیس سال میں ایک بار پھر الیکشن میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا، پنتالیس سال کی عمر میں نائب صدر کے امیدوار تھے، لیکن یہاں بھی ناکامی ہاتھ لگی اور انچاس سال کی عمر میں ایک بار پھر سینٹ کا انتخاب ہار گئے، پے درپے اتنی شکست ملنے کے باوجود وہ ہمیشہ پرامید رہے، ناکامیوں سے سبق سیکھتے ہوئے اپنی محنت جاری رکھی اور ان کی زندگی میں ایک دن ایسا بھی آیا، جب وہ امریکہ کے صدر منتخب ہوئے، اگر ابراہم لنکن امید پرست نہیں ہوتے تو ان کی زندگی کے دروازے پر ناکامیوں نے جتنی بار دستک دی تھی، اس کے اثر سے صدر بننا تو چھوڑ دیئے ہوتے، ان کے لیے ایک عام انسان کی زندگی گذارنا مشکل ہوجاتا۔

کامیابی کے نہ ملنے کی امید صرف اسی وقت منقطع ہوتی ہے، جب ہم اس کے حصول کی کوشش چھوڑ دیتے ہیں، امید پرست انسان کا کامیاب ہونا اس لیے یقینی ہے؛ کیوں کہ وہ اپنی کوشش جاری رکھتا ہے، قنوطیت پسند انسان کی کامیابی اس لیے غیر یقینی ہے؛ کیوں کہ وہ کوشش کرنا چھوڑ دیتا ہے، کامیابی کوئی حادثہ نہیں ہے کہ کوشش کئے بنا کسی کو مل جائے۔ اس کے لیے محنت اور لگاتار محنت ضروری ہے اور مسلسل محنت کی امید کسی امید پرست انسان سے ہی کی جاسکتی ہے، نہ کہ قنوطیت پسند انسان سے، امید ریست انسان فیل ہوجانے کے واقعہ کو ایک حادثہ خیال کرکے آگے کی طرف چل پڑتا ہے، قنوطی شخص ناکام ہوجانے کے واقعہ کو حادثہ نہیں سمجھتا؛ بلکہ اس کو آخری انجام تصور کرکے امکانات کے سارے دیئے بجھا دیتا ہے، وہ یہ نہیں سمجھتا کہ کامیاب شخص کی کہانی دراصل ناکامی سے عبارت ہوتی ہے۔

انگریزی میں کہا جاتا ہے:

Every success story is also a story of great failure.

دنیا میں جتنے بھی انسان کامیاب ہوئے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ انہیں پہلی دفعہ میں ہی کامیابی مل گئی، کامیابی کی منزل تک پہنچنے میں اکثر لوگوں نے ناکامی کا سامنا کیا ہے؛ لیکن کامیاب انسان کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ گر کر دوبارہ اٹھ جاتا ہے، وہ اپنی ناکامی سے سبق سیکھتا ہے، اس کا رونا نہیں روتا، فیل ہونا کوئی جرم نہیں ہے، جرم یہ ہے کہ اس سے سبق نہ حاصل کیا جائے۔

یعنی ایک ہی طرح کی غلطی کا دوبارہ مرتکب ہونا جرم ہے، ہم اپنے سوچنے اور سمجھنے کے انداز پر قابو پالیں تو سارے مسئلے کا حل ممکن ہے، امید پرستی اور قنوطیت کا تعلق ہماری سوچ سے ہے، اگر ہم اپنے دل ودماغ کو یہ بات سمجھانے میں کامیاب ہوگئے کہ ناکامی پر زندگی کا اختتام نہیں ہوتا؛ بلکہ کامیابی پر ہوتا ہے تو ہم ہر ناکامی کو ایک حادثہ تصور کرکے اپنی منزل یعنی کامیابی کی طرف چل پڑیں گے۔

جمہوریت میں غیر مفتوح کوئی نہیں

راجدیپ سر دیسائی (ہندوستان ٹائمز ۲۲/ دسمبر ۲۰۱۷ء) ترجمہ : سید محمد عادل فریدی

ایک ایسے ملک میں جہاں لوگ فلموں سے دیوانگی کی حد تک پیار کرتے ہیں، وہاں الیکشن کی جیت ہار کو بھی فلمی انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ گجرات میں جب میں نے بی جے پی کی کانگریس پارٹی پر قریبی فتح کے حوالہ سے ایک کانگریسی لیڈر سے بات کی اور اس فتح کو جو جیتا وہی سکندر سے تشبیہ دی تو انہوں نے بھی فلمی انداز میں جواب دیتے ہوئے فلم بازیگر کا ایک ڈائلاگ پیش کردیا کہ ''کبھی کبھی جیتنے کے لیے کچھ ہارنا پڑتا ہے اور ہار کر جیتنے والے کو بازیگر کہتے ہیں۔ تو کیا امیت شاہ اور نریندر مودی گجرات الیکشن ۲۰۱۷ء کے سکندر ثابت ہوئے یا راہل گاندھی بازیگر بنے؟

اس سوال کا جواب اس بات پر مبنی ہے کہ بی جے پی کی فتح اور کانگریس کی شکست کو آپ کس نظریہ سے دیکھتے ہیں، بی جے پی بھی اپنی فتح کے بارے میں دعویٰ کرسکتی ہے کہ اس نے یہاں چھ مرتبہ مسلسل اسمبلی الیکشن میں کامیابی حاصل کی جو کہ ملک میں ایک ریکارڈ ہے، وہیں دوسری طرف کانگریس بھی اپنے آپ کو اس بات پر مطمئن کرسکتی ہے کہ اس نے بھی بی جے پی کی جیت کو دو ہندسوں (۹۹) تک محدود کردیا۔ الیکشن کے نتیجے گرچہ ریاضی سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن انتخابی مبصرین اس کو کیمیائی طریقہ سے گھما پھرا کر پیش کرنے کے عادی ہیں۔

۲۰۱۷ء کے نصف اول میں بی جے پی نے زبردست کامیابی حاصل کی اور گوا و منی پور کا اقتدار کانگریس سے چھین لیا، اس وقت ایسا لگنے لگا تھا کہ مودی اور امیت شاہ کی جوڑی والا یہ جگن ناتھی رتھ اب کسی سے روکے نہ رکے گا۔ پھر جب بی جے پی صدر نے گجرات اسمبلی انتخاب کی انتخابی تشہیر میں ۱۸۲ میں سے ایک سو پچاس سیٹیں لانے کا بانگ و دہل دعویٰ کیا تو کسے اس دعوے کی سچائی میں شبہ ہوسکتا تھا۔ اگر اس ریاست میں جو بی جے پی کا گڑھ سمجھا جاتا ہے اور جو ملک کے دو سب سے طاقتور سیاست دانوں کا مسکن ہو وہاں اگر بی جے پی دو تہائی اکثریت کے ساتھ کامیاب ہوجاتی تو یہ کوئی تعجب کی بات نہ ہوتی۔

اس کے برخلاف راہل اور کانگریس یو پی میں بری طرح شکست کھا کے آئے تھے، راہل کو ایک غیر سنجیدہ سیاست داں سمجھا جانے لگا تھا، جس کو اس ملک کی سیاسی فضا قطعاً راس نہیں آتی۔ ایسا لگتا تھا کہ کانگریس آئی سی یو میں ہو اور اپنی آخری سانسیں گن رہی ہو، پارٹی کی گجرات اکائی تو اور بھی خستہ حال تھی اور اس میں زندگی کی کوئی رمق نظر نہیں آتی تھی۔ زیادہ تر سیاسی مبصرین کا اندازہ تھا کہ کانگریس کو گجرات میں بری طرح شکست ہونے والی ہے، لیکن جیسے ایک طالب علم جو کہ فیل ہونے کی امید لگائے بیٹھا ہو اور اچانک اسے معلوم ہو کہ وہ پہلی پوزیشن سے کامیاب ہوگیا ہے تو اس کو کتنی خوشی ہوگی، اور اگر وہ پہلی پوزیشن اور امتیازی نمبر سے کامیاب ہوگا تو پھر تو اس کی خوشی کا کچھ ٹھکانہ نہ ہوگا، ویسا ہی کچھ حال گجرات میں کانگریس کا ہوا ہے۔ گجرات میں بی جے پی کی غلطی یہ تھی کہ اس نے گجراتی ووٹوں پر اپنی اجارہ داری یقینی سمجھ لی تھی، وہیں کانگریس کی حماقت یہ تھی کہ اس نے یہ سمجھ لیا کہ سوراشٹر کے دیہاتوں میں کسانوں کی ناراضگی قومی انقلاب لے آئے گی۔

گجرات میں کانگریس کو راہ مل سکتی تھی، لیکن اس کے لیے اس کو عوام کے اندر اس احساس کو قائم کرنے کی ضرورت ہے کہ راہل گاندھی کی قیادت میں اس کے اندر مودی کے قیادت والی بی جے پی کا متبادل بننے کی صلاحیت ہے۔ تاہم گجرات میں کانگریس کی حالیہ کارکردگی نے امید کی کرن جگائی ہے، لیکن جب تک وہ عوام کو یقین دلانے میں کامیاب نہیں ہوگی کہ اس کے اندر حالات کے رخ کو موڑنے کی صلاحیت اب بھی برقرار ہے، اس کے لیے ہنوز دلی دور است ہی کا معاملہ ہوگا۔

ووٹوں کی گنتی سے ایک دن پہلے ایک ہندی نیوز پیپر کے صحافی نے مجھ سے پوچھا کہ کیا گجرات میں مودی اور بی جے پی کو ہرانا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے؟ یہ بھی شاہ رخ خان کی ایک فلم ڈان کا ایک ڈائیلاگ ہے، لیکن گجرات کے نتیجے نے بتا دیا کہ جمہوریت میں غیر مفتوح کوئی نہیں ہے۔

بٹ کوائین اور بلیک منی

گذشتہ دنوں انکم ٹیکس ڈپارٹمنٹ نے ملک میں بٹ کوائین ایکسچینج کے ۹ر ٹھکانوں پر ایک ساتھ چھاپا مارا، چھاپے میں کیا ملنے کی امید تھی اور کیا ملا؟ اس کے بارے میں کوئی آفیشیل معلومات حاصل نہیں ہوئی ہے، لیکن کہا جا رہا ہے کہ انکم ٹیکس افسران ان لوگوں کے معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے، جو بٹ کوائین میں سرمایہ کاری کر رہے ہیں یا کسی نہ کسی شکل میں اس کاروبار سے منسلک ہیں۔ بٹ کوائین ایک ایسی ورچوئل کرپٹو کرنسی ہے، جو کچھ ہی سالوں میں دیکھتے ہی دیکھتے آسمان چھونے لگی ہے۔ تقریباً ایک سال پہلے تک ملک میں ایک بٹ کوائین تقریباً تئیس ہزار روپئے (23000/-) کی تھی، جو کہ ابھی بڑھ کر دس لاکھ روپئے سے زیادہ کی ہوگئی ہے۔ ایسا مانا جارہا ہے کہ ملک میں روزانہ ڈھائی ہزار لوگ بٹ کوائین میں پیسہ لگا رہے ہیں۔ وجہ ہے اس کی روزانہ تیزی سے بڑھتی ہوئی قیمت، یہاں تک تو ایک عام ہندوستانی کے لیے کوئی فکرمندی کی بات نہیں ہے، کوئی کسی بھی چیز کے کاروبار میں اچھا منافع دیکھ کر اس میں پیسہ لگانا چاہتا ہے، تو یہ اس کا اپنا فیصلہ ہے، اس میں اگر خطرات ہیں تو یہ اس نے خود مول لیے ہیں اور اس کا ذمہ دار وہ شخص خود ہے۔ لیکن دشواری یہاں سے شروع ہوتی ہے کہ بٹ کوائین کے کاروبار میں حد سے زیادہ رازداری برتی جاتی ہے، اس میں کس نے پیسہ لگایا؟ کتنا پیسہ لگایا گیا؟ وہ پیسہ کہاں سے آیا؟ اور پھر کہاں گیا؟ اس طرح کے سوالوں کے جواب ملنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہوتی ہے۔

اندیشہ یہ بھی ظاہر کیا جارہا ہے کہ اس میں لگنے والے پیسوں کا ٹیررفنڈنگ یا دیگر مجرمانہ سرگرمیوں میں استعمال ہوتا ہوگا۔ لیکن جو بات یقینی طور پر کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ اس میں بلیک منی کا بڑے پیمانے پر استعمال ہو رہا ہے۔ آج جب کہ حکومت بلیک منی کے خلاف مہم چلا رہی ہے، اور ملک میں اس کے خلاف ماحول بھی بنایا جارہا ہے، تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ بلیک منی کھپانے کے اس کھیل کو یوں ہی چلتے رہنے دیا جائے۔ ہمارے یہاں اس کے چلنے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ملک میں اس کے خلاف کوئی واضح قانون موجود نہیں ہے۔ ریزرو بینک کرپٹو کرینسی کو قانونی کرنسی تو تسلیم نہیں کرتا، لیکن ایک پروڈکٹ کی شکل میں اس کی خرید و فروخت پر کوئی پابندی بھی نہیں لگاتا۔ اس لیے چھاپے وغیرہ تو ٹھیک ہیں، لیکن حکومت اگر سچ مچ بلیک منی کے ٹھکانے کی شکل میں بٹ کوائین کو لے کر فکرمند ہے تو اسے سب سے پہلے اس کو غیر قانونی قرار دے کر اس کے خلاف قانون بنانا ہوگا۔

ایشیاء ۲۰۱۷ء کے آئینے میں

رواں برس ایشیا کے منظرنامے پر چینی صدر کی جانب سے طاقت کا اظہار، شمالی کوریا کے راکٹ تجربے، اور روہنگیا بحران جیسے معاملات چھائے رہے، حال ہی میں اسرائیل اور امریکہ کی جانب سے یروشلم کو اسرائیل کی راجدھانی قرار دینا اور پوری دنیا کی جانب سے اس کی زبردست مخالفت اور اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں امریکہ و اسرائیل کے اس اعلان کو مسترد کرنا بھی برننگ ایشو رہا۔ آئیے ذیل کی سطروں میں نظر ڈالتے ہیں ۲۰۱۷ء میں ایشیاء میں ہونے والے خاص واقعات پر:

☆پیسیفک خطے کے آزاد تجارتی معاہدے سے امریکہ کا اخراج:

عہدہ صدارت سنبھالنے کے ٹھیک تین دن بعد امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے امریکا اور ایشیا پیسیفک خطے کے ممالک کے درمیان طے پانے والے آزاد تجارتی معاہدے (TPP) سے امریکا کے اخراج کا اعلان کردیا۔ ۲۰۱۶ء میں طے پانے والے اس معاہدے میں 12 ممالک شامل تھے۔

''بوڑھے شخص'' اور ''چھوٹے سے راکٹ آدمی'' کے درمیان الفاظ کی جنگ

ڈونالڈ ٹرمپ کی جانب سے امریکی صدر کا عہدہ سنبھالنے کے بعد فروری کے وسط میں شمالی کوریا نے رواں برس کا پہلا میزائل تجربہ کیا۔ پھر یکے بعد دیگرے میزائل تجربے کیے جاتے رہے۔ شمالی کوریا نے اس سال کے دوران اپنا چھٹا جوہری تجربہ بھی کیا۔ ان تجربات کے تناظر میں صدر ٹرمپ اور شمالی کوریا کے صدر کم جونگ اُن کے درمیان تند و تیز جملوں کا تبادلہ بھی ہوتا رہا۔

بدعنوانی پر جنوبی کوریا کی صدر برطرف:

جنوبی کوریا کی صدر پارک گُن ہے کو بدعنوانی کے ایک اسکینڈل پر رواں برس فروری میں مواخذے کا سامنا کرنا پڑا۔ مارچ میں ان پر کرپشن کے الزامات کے تحت مقدمے کا آغاز ہوا۔ اس کے علاوہ ان پر ریاست کے راز افشا کرنے اور اختیارات کے ناجائز استعمال جیسے الزامات بھی ہیں۔

روحانی دوبارہ ایران کے صدر منتخب:

ایرانی صدر حسن روحانی رواں برس مئی میں ہونے والے انتخابات میں ایک مرتبہ پھر کامیاب ہوگئے۔ انہیں 57.1 فیصد ووٹ پڑے۔ اصلاحات پسند روحانی ہی کی صدارت میں ایران اور عالمی طاقتوں کے درمیان ایک طویل عرصے سے موجود جوہری تنازعہ ایک معاہدے کے تحت اپنے اختتام کو پہنچا تھا۔

پاکستانی وزیراعظم نواز شریف نااہل:

پاکستانی سپریم کورٹ نے بدعنوانی کے ایک مقدمے میں ملکی وزیراعظم نواز شریف کو نااہل قرار دے دیا۔ اس طرح وہ وزارت عظمیٰ کے عہدے اور پارلیمان کی رکنیت سے محروم ہوگئے۔ اس سے یہ روایت بھی قائم رہی کہ پاکستان کی ستر برس کی تاریخ میں کوئی ایک بھی وزیراعظم اپنے عہدے کی مدت مکمل نہیں کر پایا۔

روہنگیا کا بحران:

رواں برس اگست کے آخر میں روہنگیا عسکریت پسندوں کے حملوں کے بعد میانمار کی فوج نے راکھین ریاست میں عسکری آپریشن کا آغاز کیا، جس کے بعد چھ لاکھ سے زائد روہنگیا باشندے ہجرت کر کے بنگلہ دیش پہنچے جب کہ اس دوراں سینکڑوں افراد ہلاک ہوئے۔ اقوام متحدہ کے علاوہ مختلف ممالک نے راکھین میں روہنگیا کے خلاف کارروائیوں کو ''نسل کشی'' قرار دیا اور اس خونریزی کی سخت مذمت کی۔

چین کا طاقت ور ترین صدر:

اکتوبر میں بیجنگ میں چین کی کمیونسٹ پارٹی کی کانگریس منعقد ہوئی، جس میں صدر شی جن پنگ پر بھرپور اعتماد کا اظہار کیا گیا۔ اس کانگریس کو صدر شی کی جانب سے طاقت کے زبردست اظہار سے بھی تعبیر کیا جارہا ہے۔

مراوی کی لڑائی:

پانچ ماہ تک جنوبی فلپائنی شہر مراوی میں اسلامک اسٹیٹ سے تعلق رکھنے والے عسکریت پسندوں اور سکیورٹی فورسز کے درمیان لڑائی اکتوبر کی ۲۳ر تاریخ کو اختتام پذیر ہوئی۔ اس شہر پر حکومتی قبضے کے لیے کی جانے والی عسکری کارروائی کے نتیجے میں مجموعی طور پر ایک ہزار سے زائد افراد ہلاک ہوئے۔

ایک ''اچھوت'' (دلت) بھارت کا صدر

جولائی میں ۷۱ر سالہ رام ناتھ کووِند کو بھارت کا صدر منتخب کرلیا گیا۔ کووِند کا تعلق ''دلت برادری'' سے ہے۔ یہ برادری بھارت میں متعدد طرز کے مسائل اور معاشرتی تفریق کا شکار سمجھی جاتی ہے۔ کووند کو صدر منتخب کرنا، علامتی طور پر اس برادری کے لیے ایک بڑی کامیابی ہے۔

سید محمد عادل فریدی

یروشلم کو اسرائیل کا دارالحکومت بنانے کے خلاف قرارداد

اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے وہ قرارداد منظور کرلی ہے جس میں امریکہ سے کہا گیا ہے کہ وہ مقبوضہ بیت المقدس یا مشرقی یروشلم کو اسرائیل کا دارالحکومت تسلیم کرنے کا اعلان واپس لے۔ قرارداد کے حق میں ۱۲۸ر ممالک نے ووٹ دیئے، ۳۵ ممالک نے ووٹنگ میں حصہ نہیں لیا جبکہ ۹ ممالک نے اس قرارداد کی مخالفت کی۔ قرارداد کے متن میں کہا گیا ہے کہ شہر کی حیثیت کے بارے میں امریکہ اور اسرائیل کا فیصلہ ''باطل اور کالعدم'' ہے اس لیے اس فیصلہ کو منسوخ کیا جائے۔ خاص بات یہ ہے کہ فلسطین اور اسرائیل کے تعلقات کے تئیں اپنی دیرینہ خارجہ پالیسی سے الگ رخ اپنانے اور اسرائیل کے لیے نرم گوشہ رکھنے والی ہندوستان کی بی جے حکومت نے بھی اقوام متحدہ میں امریکہ اور اسرائیل کے خلاف ووٹ دیا ہے۔ (یو این آئی)

امریکی فیصلے کی مخالفت کرنے والوں کی امداد بند کرنے کی دھمکی

امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں منظور شدہ قرارداد کی حمایت کرنے والے ملکوں کی مالی امداد بند کردینے کی دھمکی دیتے ہوئے کہا ہے کہ ''وہ ہم سے اربوں ڈالر کی مدد لیتے ہیں اور پھر ہمارے خلاف ووٹ بھی دیتے ہیں۔'' انھوں نے کہا کہ ''انھیں ہمارے خلاف ووٹ دینے دو، ہم بڑی بچت کریں گے، ہمیں اس سے فرق نہیں پڑتا۔'' (یو این آئی)

اقوام متحدہ ہندوستان نے سلامتی کونسل کی توسیع کا مطالبہ دوہرایا

ہندوستان نے اقوام متحدہ میں سلامتی کونسل کی توسیع کی ایک بار پھر اپیل کرتے ہوئے کہا ہے کہ سات دہائی پہلے بنایا جانے والا یہ بین الاقوامی ادارہ موجودہ پیچیدہ چیلنجوں کو حل کرنے کے قابل نہیں ہے۔ اقوام متحدہ میں ہندوستان کے مستقل نمائندے سید اکبرالدین نے کہا کہ دنیا کی طاقتور قوموں کے درمیان مقابلہ کو متوازن کرنے کے لئے برسوں پہلے ایک غیر نمائندہ کونسل قائم ہوئی تھی، لیکن وہ اب آنے والے چیلنجوں کو حل کرنے میں کامیاب نہیں ہو پا رہی ہے اور یہ ہماری توقعات کے مطابق کام نہیں کرسکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ نئے چیلنجوں کو پرانے قوانین سے حل نہیں کیا جاسکتا۔ (یو این آئی)

برطانیہ میں ماں کا دودھ اب سوشل میڈیا پر دستیاب

برطانیہ میں ہزاروں کی تعداد میں عورتیں اپنا دودھ سوشل میڈیا گروپس کے ذریعے ان عورتوں تک پہنچا رہی ہیں جنھیں اس کی ضرورت ہے۔ کچھ ماہرین نے اس خطرے کا اظہار بھی کیا ہے کہ اس طرح ایڈز اور ہیپاٹائٹس جیسی بیماریاں بھی پھیل سکتی ہیں۔ لیکن اس کے حامیوں کے مطابق یہ مائیں سوچ سمجھ کر یہ کام کر رہی ہیں۔ برمنگھم میں خواتین کے ہسپتال سے منسلک ڈاکٹر جیما ہولڈر کو تشویش ہے کہ بغیر طبی نگرانی کے دودھ کا تبادلہ بچوں کی صحت کو خطرے میں ڈال سکتا ہے۔ ڈاکٹر جیما ہولڈر ہسپتال کے دودھ بینک میں کام کرتی ہیں جہاں عطیہ کیا جانے والے دودھ کو بڑی مقدار میں جمع اور ٹیسٹ کیا جاتا ہے۔ اِس دودھ کو فریزر میں رکھنے سے پہلے جراثیم سے پاک کیا جاتا ہے۔ برطانیہ کی فوڈ سٹینڈرڈ ایجنسی کا کہنا ہے کہ وہ حفاظتی وجوہات کی بنا پر عطیہ کیے جانے والے دودھ کے استعمال کا مشورہ نہیں دیتی۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ حکومت کو اِس سلسلے میں اپنا مزید کردار ادا کرنا چاہیئے۔ (بی بی سی لندن)

فحش مواد کے معاملے میں برطانوی نائب وزیر اعظم برخاست

برطانوی وزیر اعظم ٹریسا مئے نے پارلیمانی دفتر کے کمپیوٹر میں فحش مواد پائے جانے کے معاملے میں گمراہ کن معلومات فراہم کرنے کو سنجیدگی سے لیتے ہوئے نائب وزیر اعظم ڈیمین گرین کو برخاست کر دیا ہے۔ اس واقعہ پر کافی ہنگامہ ہوا تھا اور مسٹر ڈیمیئن نے ان الزامات سے انکار کیا تھا، لیکن بعد میں پورے معاملے کی جانچ میں پتہ چلا کہ انہوں نے اس کے بارے میں گمراہ کن معلومات دی تھیں۔ مسٹر ڈیمیئن نے وزیر اعظم کو لکھے گئے خط میں کہا ہے کہ انہوں نے وہ فحش مواد نہیں دیکھا ہے، لیکن یہ بھی تسلیم کیا کہ اس بارے میں گمراہ کن معلومات دی ہے کہ پولیس نے ہی انہیں اس کے بارے میں اطلاع دی تھی۔ (یو این آئی)

سعودی عرب پر حملہ امریکہ پر حملہ تصور کیا جائے گا: ڈونالڈ ٹرمپ

امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے سعودی فرمانرواں شاہ سلمان بن عبدالعزیز سے ٹیلی فونک رابطہ کرتے ہوئے یقین دلایا ہے کہ سعودی عرب کو درپیش کسی بھی اندرونی اور بیرونی خطرے سے نمٹنے کے لیے امریکہ سعودی عرب کے شانہ بشانہ ہوگا۔ امریکی صدر نے گزشتہ روز سعودی فرمانروا شاہ سلمان بن عبدالعزیز سے ٹیلیفون پر بات چیت کی۔ دوران گفتگو صدر ٹرمپ نے یمن میں حوثی باغیوں کی طرف سے سعودی عرب پر بیلسٹک میزائل حملے کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا کہ سعودی عرب کو لاحق خطرات امریکہ کو درپیش خطرات کے مترادف ہیں۔ میزائل حملہ نہ صرف سعودی عرب پر کیا گیا بلکہ علاقائی سلامتی پر بھی کیا گیا ہے، سعودی عرب کو درپیش قومی سلامتی کے کسی بھی خطرے سے نمٹنے کے لیے امریکہ ریاض کے ساتھ کھڑا ہوگا۔ شاہ سلمان اور ڈونلڈ ٹرمپ کے درمیان ہونے والی بات چیت میں ایران کے میزائل پروگرام کے حوالے سے سلامتی کونسل کی منظور کردہ قراردادوں پر عمل درآمد کرانے پر بات چیت کی گئی۔ دونوں رہنماؤں نے ایران کی جارحانہ پالیسی اور سعودی عرب کے دشمن عناصر کو اسلحہ فراہم کرنے پر تہران کا محاسبہ کرنے کی ضرورت سے اتفاق کرتے ہوئے حوثیوں کو میزائل فراہم کرنے کے جرم میں ایران کو قانون کے کٹہرے میں لانے پر زور دیا۔ (نیوز ایکسپریس پی کے)

پرانے فون کو جان بوجھ کر سست کر دیتی ہیں موبائیل کمپنیاں

موبائیل بنانے والی دنیا کی مشہور و معروف کمپنیوں میں سے ایک ایپل نے تسلیم کیا ہے کہ وہ پرانے آئی فونز کو جان بوجھ کر سست کرتا رہا ہے۔ بہت سے صارفین کو پہلے ہی سے شک تھا کہ ایپل خود ہی ان فونز کو سست کرتا ہے تا کہ لوگ پرانے فون ترک کر کے نئے فون خریدیں۔ اب کمپنی نے وضاحت کی ہے کہ اس کا مقصد یہ تھا کہ پرانے فونز کی بیٹریاں وقت گزرنے کے ساتھ کمزور پڑ جاتی ہیں اور وہ فون کو سست کر کے بیٹریوں کی زندگیوں کو طوالت دینا چاہتے ہیں۔ یہ بات اس وقت منظرِ عام پر آئی جب سوشل میڈیا ویب سائٹ ''ریڈ اِٹ'' پر ایک صارف نے اپنے آئی فون 6 ایس کی کارکردگی کے نتائج پوسٹ کیے، جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ ان کا فون بہت سست پڑ گیا تھا، لیکن جب اس کی بیٹری تبدیل کی گئی تو وہ پھر سے تیز ہو گیا۔ ٹیکنالوجی ویب سائٹ ''گیک بینچ'' نے کئی آئی فونز کا تجزیہ کیا جن اسے واضح ہوا کہ واقعی بعض فونز جان بوجھ کر سست کیے جا رہے ہیں۔ ایپل کے علاوہ دیگر کمپنیاں بھی نئے ماڈل لانچ کرنے کے بعد اپنے پرانے ماڈل کے فونز کو سست کر دیتی ہیں تا کہ لوگ نئے ماڈل کے فون خریدیں۔ (بحوالہ بی بی سی لندن)

مسلسل ۱۸ر برس تک ہارن نہ بجانے والے ڈرائیو کو ایوارڈ

ہندوستان کی سڑکوں پر موٹر سائیکل سے لے کر بس ڈرائیور تک ہر کوئی بے دریغ ہارن بجاتے ہیں لیکن مصروف شہروں میں اب ان کا شور نا قابلِ برداشت ہو چکا ہے، تاہم اس تناظر میں ایک بس ڈرائیور نے گزشتہ ۱۸ر برس تک ہارن نہ بجا کر ایک اہم مثال قائم کی ہے، جس کے اعتراف میں انہیں ''مانوش میلہ'' یعنی انسانیت کے میلے کی انتظامیہ نے مانوش سمن ایوارڈ سے نوازا ہے۔ دیپک داس نامی یہ ڈرائیور بس چلانے سے قبل ہندوستان کی مشہور شخصیات کے ڈرائیور رہ چکے ہیں، جن میں طبلہ بجانے والے پنڈت تنموئے بوس، گٹار کے ماہر کنال اور دیگر اہم شخصیات شامل ہیں، اور ان تمام شخصیات نے دیپک کی ہارن نہ بجانے کی عادت کو سراہا ہے۔ ہندوستان میں بس اور ٹرک ڈرائیور سائڈ مرر استعمال کرنے کی بجائے ہارن کا استعمال زیادہ کرتے ہیں، یہاں تک کہ کاروں پر سائیڈ مرر لگانے کا تکلف بھی نہیں کیا جاتا۔ ہندوستانی شہروں میں ٹریفک کے اژدہام کا یہ حال ہے کہ گاڑیاں بمپر ٹو بمپر (بالکل چپک کر) چلتی ہیں جس کی وجہ سے سڑکوں پر ہارن کا شور زیادہ سنائی دیتا ہے۔ دیپک داس چاہتے ہیں کہ بقیہ ڈرائیور بھی ان کی مثال کو دیکھتے ہوئے ہارن کا استعمال کم سے کم کریں، کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے ۱۸ر برس سے ہارن نہیں بجایا، یہاں تک کہ مسافر جب انہیں ہارن بجانے کے لیے کہتے ہیں تو وہ انہیں جواب میں کہتے ہیں کہ ہارن کسی مسئلے کا حل نہیں جب کہ اپنی بس میں انہوں نے ایک کارڈ لکھ کر لگا رکھا ہے کہ ''ہارن تو محض ایک تصور ہے جبکہ میں آپ کے دل کا خیال رکھتا ہوں۔'' (بحوالہ بی بی سی لندن)

اسکولوں کے کیمپس میں نہیں ہونگی پرائیوٹ ناشرین کی کتب فروخت

نصابی کتابوں کی تعیین کے سلسلہ میں اسکولوں کی من مانی پر لگام لگانے کے لیے مرکزی بورڈ برائے سکینڈری اسکول ایجوکیشن (سی بی ایس ای نے) اسکولوں کے کیمپس میں پرائیوٹ ناشرین کی کتب کو فروخت کرنے پر روک لگادی ہے۔ اسکولوں کو لکھے ایک خط میں بورڈ نے ہدایت دی ہے کہ اسکول اپنے کیمپس میں صرف این سی آر ٹی کی کتابیں ہی فروخت کر سکتے ہیں۔ انہیں پرائیوٹ ناشرین کی نصابی کتب فروخت کرنے کی بالکل اجازت نہیں ہوگی۔ (این ڈی ٹی وی نیوز ایجنسی)

دنیا میں بڑھ رہا ہے ڈیجیٹل کرنسی کا کاروبار؛ حکومتوں کو ہیں خدشات

آج کے دور میں، بٹکوائن (Bitcoin) اور دوسری کرپٹو کرنسی کو روائتی کرنسی ماڈل جیسے ڈالر، ریال، روپئے اور یورو کے متبادل کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے البتہ ان دونوں میں کچھ بنیادی فرق ہیں جس میں سب سے اہم یہ ہے کہ کرپٹو کرنسی ڈجیٹل کرنسی ہوتی ہیں جو کہ صرف انٹرنیٹ پر بنا کسی جسمانی یا ٹھوس وجود کے موجود ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ ان کو کوء مرکزی تنظیم جاری نہیں کرتی اور کوء حقیقی اثاثہ ان کی پشت پر نہیں ہوتا۔ اس کرنسی کو استعمال کرنے والے کرپٹو کرنسی مبادلہ ویب سائٹس سے اس کرنسی کو خرید سکتے ہیں اور ان کو روائتی کرنسی میں دوبارہ تبدیل بھی کروا سکتے ہیں۔ روائتی کرنسی کے برخلاف جن کی پشت پر عموماً کوء حقیقی قدر جیسے سونا یا اور دوسری مضبوط کرنسی ہوتی ہے، کرپٹو کرنسی کو عام طور پر اس کے استعمال کرنے والے ہی چلاتے اور اس کی پشت پناہی کرتے ہیں۔ جو کوء بھی کرپٹو کرنسی کو نکالنے کا خواشمند ہو اس کو بس ایک انٹرنیٹ کنیکشن والا کمپیوٹر چاہیے جہاں وہ کرنسی چھاپنے (mining) والا سافٹ ویر ڈال سکتا ہے اور اس کی مدد سے کرنسی نکالنا شروع کرسکتا ہے۔ یہ کرنسی چھاپنے والا سافٹ ویر الگوردم (algorithm) چلانے کے لیے کمپیوٹر کی تخمینی (computational) صلاحیت کو بروئے کار لاتا ہے جس کے کامیاب اختتام کے بعد کچھ خاص مقدار میں کرپٹو کرنسی نکلتی ہے۔ کرپٹو کرنسی بٹ کوائن نے اس سال ریکارڈ ترقی کی ہے، اور اس کی قیمتیں تیزی سے بڑھ رہی ہیں، بازار کے ماہرین کا کہنا ہے کہ ابھی اس میں اور اضافہ ہوسکتا ہے، لیکن ہندوستان سمیت کئی ملکوں نے اس کو غیر قانونی قرار دے رکھا ہے، اور کئی ماہرین اقتصادیات کا ماننا ہے کہ اس کرنسی میں کاروبار کرنا خطرناک ہوسکتا ہے اور جس تیزی سے اس کی قیمت میں اضافہ ہو رہا ہے، اگر اسی تیزی سے قیمتیں کم ہونی شروع ہو گئیں تو بے شمار لوگوں کے لاکھوں کروڑوں روپئے ڈوب جائیں گے۔ اس سال جنوری میں ایک بٹ کوائین ایک ہزار ڈالر کا تھا جو کہ دسمبر میں بڑھ کر بیس ہزار ڈالر تک پہونچ چکا ہے۔ حکومت ہند نے واضح کر دیا ہے کہ اس کی جانب سے اب تک کسی بھی کرپٹو کرنسی کو قانونی حیثیت نہیں دی گئی ہے، جو لوگ اس میں کاروبار کر رہے ہیں وہ اپنے نفع نقصان کے خود ذمہ دار ہیں حکومت کوئی رسک نہیں لے گی۔ (ایجنسیاں)

طب وصحت

امرود کے فوائد

اللہ تعالیٰ انسانوں کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے تاکہ وہ ان کا استعمال کر کے شکر گذاری ادا کرے پھلوں میں امرود بھی اللہ کی ایک نعمت ہے یہ ایک مشہور عام پھل ہے اس کی خوشبو بھی دل کو فرحت دینے کا باعث ہے امرود کی اعلیٰ قسم الہ آباد میں ہے جس کی نظیر نہیں۔

امرود گرم میدانی علاقوں میں پایا جانے والا ایسا پھل ہے جو لذت کے اعتبار سے شاید اتنا خاص نہ ہو لیکن خصوصیات کے لحاظ سے نہایت اعلیٰ اور مفید ہے۔اس کے اندر چھوٹے چھوٹے بہت سے بیج موجود ہوتے ہیں جو نہایت سخت ہوتے ہیں لیکن بیرونی پرت چھلکے سے محروم ہوتی ہے۔اس لیے اسے چبا کر اسی حالت میں ہی نگلا جاتا ہے۔یہ قبض کُشا ہوتا ہے اور پیٹ کے اَمراض کے لیے سودمند ہوتا ہے۔یہ ہلکے سبز رنگ کا نرم پھل ہوتا ہے۔اس کا اندرونی حصہ سفید ہوتا ہے جسے گودا کہا جاتا ہے۔کہتے ہیں کہ امرود اگر کچا کھایا جائے تو مفید ہوتا ہے۔امرود کی ایک خاص قسم کا گودا ہلکے گلابی رنگ کا ہوتا ہے۔

حال ہی میں 14 تازہ پھلوں پر اس حوالے سے کی گئی ریسرچ سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ امرود میں اینٹی آکسیڈنٹس کی خوبیاں دوسرے تمام پھلوں کی نسبت زیادہ پائی جاتی ہیں۔اینٹی آکسیڈینٹس وہ غذائیت بخش اجزاء ہیں جو خلیات کو تباہ ہونے سے بچاتے ہیں۔خلیات کے تباہ ہونے پر جلد بڑھاپے کے اثرات کا شکار ہوجاتی ہے۔جلد پر جھریاں اور شکنیں نمودار ہونے لگتی ہیں اور اسی وجہ سے سرطانی خلیات بھی بنتے ہیں جو نہایت تباہ کن اور مضر اثرات کے حامل ہوتے ہیں۔

اینٹی آکسیڈینٹس ان فری ریڈیکلز کا خاتمہ کرتے ہیں جو ان نقصانات اور خرابیوں کا باعث ہوتے ہیں۔اس جائزے میں یہ دیکھا گیا ہے کہ امرود کو بھارت میں ”غریبوں کا پھل“ کہا جاتا ہے۔ دیگر پھلوں مثلاً انار، کیلا، شریفہ، آم، سیب، آلوچہ اور انگور کے مقابلے میں امرود کہیں زیادہ اینٹی آکسیڈینٹس سے بھرپور پھل ہے۔ 100 گرام امرود میں 500 ملی گرام اینٹی آکسیڈینٹس ہوتے ہیں جبکہ اتنی ہی مقدار میں آلوچہ میں 330 ملی گرام، سیب اور انار میں 135 ملی گرام اور کیلے میں صرف 30 ملی گرام اینٹی آکسیڈینٹس پائے جاتے ہیں۔

”گرم ملکوں کا سیب“ کہلانے والے اس پھل میں حیران کن طور پر وٹامن سی کی مقدار بھی دیگر پھلوں سے زیادہ پائی گئی ہے۔امرود میں وٹامن سی کی مقدار 212 ملی گرام ہوتی ہے جبکہ وٹامن سی کے حوالے سے سب سے زیادہ مشہور پھل نارنگی یا کینو میں فی 100 گرام وٹامن سی کی مقدار صرف 40 ملی گرام ہوتی ہے۔اگر 90 گرام وزنی امرود کھالیا جائے تو وٹامن سی کی یومیہ ضرورت پوری کی جاسکتی ہے۔ یاد رہے کہ وٹامن سی پٹھوں میں پائی جانے والی اہم پروٹین کولاجن (Collagen) کی پیداوار کے علاوہ جلد اور بافتوں کو صحت مند رکھنے کے لیے بھی ضروری ہے۔ وٹامن سی وہ طاقتور اینٹی آکسیڈنٹ ہے جو بیماریوں سے بچانے والے نظام کو طاقتور بناتا ہے اور کینسر و امراض قلب سے محفوظ رکھتا ہے۔ تاہم اگر امرود زیادہ پک جائے تو اس میں وٹامن سی کی مقدار کم ہوجاتی ہے۔

امرود میں نیاسین (Niacin) اور پوٹاشیم بھی وافر مقدار میں موجود ہوتے ہیں جو بلڈ پریشر کو اعتدال میں رکھتے ہیں۔امرود کے گودے اور اس کے بیجوں میں پیکٹن (Pectin) کی صورت میں حل پذیر اور غیر حل پذیر ریشے ہوتے ہیں جن سے کولیسٹرول کی سطح کو کم رکھنے میں مدد ملتی ہے۔

امرود کے بیج سے تیل بھی نکالا جاتا ہے، جس میں آیوڈین ہوتا ہے اور یہ طبی نقطہ نظر سے بہت مفید ہے۔امرود میں وٹامن اے یا کیروٹین (Carotin) کی مقدار کم ہوتی ہے لیکن دیگر معدنیات بشمول فاسفورس اور کیلشیم زیادہ ہوتے ہیں۔اچھی طرح پکا ہوا امرود قبض دور کرنے میں نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔

امرود ایک ایسا پھل ہے جو ذائقے کے اعتبار سے شاید پسندیدہ نہ ہو مگر خصوصیات کے اعتبار سے بے حد مفید ہے۔

جب مریض کا بلغم پک کر نہیں نکلتا گلے میں خراش اور پانی بہتا ہے تو اس صورت میں اس کا استعمال بہت مفید ہے یہ بلغم کو خارج کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ٹانسلز جب گلے کے غدود متورم ہوجائیں اور نگلنے میں مشکل ہو تو ایسی صورت میں امرود کو راکھ یا بھوبھل میں دبا کر رکھیں جب پک جائے تو صاف کر کے کاٹ کر نیم گرم کھلائیں اس سے گلے کی ورم کم ہوجاتی ہے اور بلغم پک کر نکلتا ہے اگر یہی ترکیب بچوں کی کھانسی کیلئے استعمال کرائی جائے تو بچوں کی کھانسی کو بہت زیادہ مفید ہے۔اسہال دیرینہ کے لئے بہت ہی مفید ہے۔امرود کی چھال چھل کر رات کو پانی میں بھگو کر صبح نہار منہ وہی پانی پی لیں مزمن اور حاد پرانے اور گرم اسہال کیلئے انتہائی مفید ہے۔

دائمی قبض کے لئے بھی امرود مفید ہے۔آنتوں کی خشکی اکثر مریض معدے اور آنتوں کی خشکی کی شکایت ختم ہوجاتی ہے۔ پیشاب کی تکلیف جب گرمی اور خشکی کی وجہ سے پیشاب کی نالیاں تنگ، متورم یا خشک ہوجاتی ہیں ایسی صورت میں امرود کا استعمال مفید ثابت ہوتا ہے۔بواسیر چاہے خونی ہو یا بادی ہر دو کیلئے مفید اور موثر ہے۔اس سے قبض اور خشکی رفع ہوجاتی ہے۔مزید یہ کہ تیزابیت کے لیے بہت مفید ہے۔ گلے کا کینسر ایک حکیم صاحب کا واقعہ ہے کہ ایک مریض کو نگلنے میں تکلیف ہوتی تھی اور غذا کے نگلنے میں بہت دقت ہوتی ڈاکٹروں نے گلے کے کینسر کا علاج کیا لیکن افاقہ نہیں تھا۔ایک دن دعوت میں امرود کھالیا کچھ افاقہ ہوا اور دوسرے دن اور کھائے اس سے مزید فائدہ ہوا اب تو انہوں نے اس علاج کو چھوڑ کر مسلسل امرود کھانے شروع کردیئے کیونکہ ان کو وہ کیفیت سودا کی خلط کی وجہ سے تھا اس لیے افاقہ ہوگیا۔

امرود کے پتوں کی کرشمہ سازیاں امرود کے پتے لے کر کوزے میں بند کر کے جلالیں اور راکھ کرلیں پھر یہی راکھ باریک پیس کر محفوظ رکھیں ہر قسم کی کھانسی کا لاجواب علاج ہے۔مسوڑھوں کا علاج اگر مسوڑھے متورم ہوں، خون بہتا ہو اور دانتوں میں درد ہوتا ہو تو ایسی صورت میں اس کے پتوں کو پانی میں ابال کر اس پانی سے کلیاں کریں اور اگر اس کے پتوں کو جلا کر اس کی راکھ دانتوں پر ملیں تو بھی مفید ہے۔

ہفتہ رفتہ — ہفتہ رفتہ — ہفتہ رفتہ — ہفتہ رفتہ — ہفتہ رفتہ — راشد العزیزی ندوی

مفتی سہیل احمد قاسمی صاحب کی والدہ کے انتقال پر حضرت امیر شریعت کا اظہار غم

امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے مفتی جناب مولانا مفتی سہیل احمد صاحب قاسمی کی والدہ کے انتقال پر امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی نے گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے، انہوں نے کہا کہ مفتی صاحب کی والدہ صوم وصلوٰۃ کی پابند خاتون تھیں، وہ امیر شریعت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھیں اور مجھ سے عقیدت ومحبت کا رشتہ رکھتی تھیں، انہوں نے اپنے تمام بچوں کی صالح بنیادوں پر تربیت کی اور سبھی عالم وحافظ بنے، ان کے بڑے صاحبزادے مولانا طفیل احمد صاحب رحمانی برسوں سے بحیثیت قاضی دارالقضاء امارت شرعیہ خدمت انجام دے رہے ہیں، اور جناب مولانا مفتی سہیل احمد صاحب قاسمی امارت شرعیہ کے مفتی کے منصب پر فائز ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے اگلے تمام مرحلوں کو آسان فرمائے، جنت الفردوس میں جگہ دے اور گھر کے تمام لوگوں کو صبر وسکون عطاء فرمائے۔(آمین)

جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر میں مفتی صاحب کی والدہ کے لیے اہتمام کے ساتھ ختم قرآن اور ایصال ثواب کیا گیا، جس میں جامعہ رحمانی کے طلبہ، اساتذہ، کارکنان، منتظمین اور خانقاہ رحمانی کے واردین وصادرین نے شرکت کی۔ادھر دفتر امارت شرعیہ میں بھی ایک تعزیتی نشست ہوئی جس میں امارت شرعیہ میں موجود تمام ذمہ دار حضرات وکارکنان نے شرکت کی چند اصحاب نماز جنازہ میں شرکت کے لئے مفتی صاحب کے آبائی وطن بھی گئے۔

حضرت شاہ ابرارالحق کے خلیفہ مفتی محمد ارشد صاحب کی خانقاہ رحمانی میں حاضری

جامعۃ الابرار بجھیڑی مظفرنگر کے بانی ومہتمم اور حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئیؒ کے خلیفہ ومجاز حضرت مولانا مفتی محمد ارشد صاحب قاسمی اپنے بہار دورہ کے موقعہ پر سنیچر کی شام کو مرکز رشد وہدایت خانقاہ رحمانی مونگیر پہونچے، یہاں کی روح پرور اور پرسکون فضا میں انہوں نے رات گذاری، جامعہ کے تعلیمی ماحول کا جائزہ لیا، بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ حضرت مولانا محمد علی مونگیری اور بانی مسلم پرسنل لا بورڈ حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر حاضری دی، اور کتب خانہ رحمانیہ مونگیر اور شعبہ الدراسۃ العربیہ کا دیکھا اس موقعہ پر انہوں نے طلبہ سے بھی خطاب کیا۔طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ میرا خانقاہ رحمانی اور یہاں کے بزرگوں سے تعلق دیرینہ ہے، دارالعلوم دیوبند اور دہلی میں حضرت مولانا منت اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات رہی ہے، اور ان کی شفقت بھی نصیب ہوئی ہے، یہاں کے کارنامے روز روشن کی طرح عیاں ہیں، بہت دنوں سے یہاں آنے کی خواہش تھی، آج میری یہ خواہش پوری ہوئی، بلکہ تشنگی اور بڑھ گئی، انہوں نے طلبہ سے کہا کہ یہ دنیا دارالاسباب ہے علم حاصل کرنے کے لیے آپ کو تدابیر اختیار کرنے ہوں گے، پہلی تدبیر جدوجہد ہے، اور جدوجہد کا مطلب ہمارے بزرگوں نے بتایا کہ کم سے کم سبق کی تیاری پہلے کرلیں، درس میں پورے طور پر حاضر رہیں، اور جو پڑھے ہوں، اسے پھر پڑھ لیں، دوسری چیز اپنے آپ کو برائی سے بچانا ہے، اور اسی کا نام تقویٰ ہے، اور تیسری چیز علم اور آلات علم کا احترام ہے، اگر ان تین چیزوں کا خیال پورے طور پر رکھیں گے، تو ضرور علم کا وافر حصہ مقدر میں آئے گا، انہوں نے کہا کہ ہمارے بزرگوں کی زندگی ان چیزوں کا آئینہ دار رہی ہے، آپ اپنے اندر بزرگوں کی صفت پیدا کرنے کی کوشش کریں، مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی جیسے صاحب دل کی سرپرستی آپ کو نصیب ہے، آپ اس کا بھرپور فائدہ اٹھائیں، ان کا وجود تو ملت کے لیے بہت قیمتی ہے، میرا تو معمول ان کے لیے دعاء کرنے کا ہے، آپ حضرات بھی خدا سے مانگیں، اپنے لیے بھی مانگیں اور اپنے بزرگوں کے لیے بھی مانگیں۔مہمان محترم کا تعارف جامعہ رحمانی کے ناظم تعلیمات مولانا محمد خالد صاحب رحمانی نے طلبہ سے کرایا۔مہمان محترم نے دفتر امارت شرعیہ کا بھی معائنہ کیا اور مختلف نشستوں میں خطاب بھی فرمایا۔المعہد العالی اور دارالعلوم الاسلامیہ کے طلباء کو قیمتی نصیحتیں کیں۔

خانقاہ رحمانی کے پرانے مخلص مولانا زین العابدین کا انتقال

ان سے ہمارا تعلق برادرانہ تھا : حضرت امیر شریعت

خانقاہ رحمانی سے گہرا تعلق رکھنے والے، حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور فارسی واردو شعر کے ماہر عالم دین حضرت مولانا زین العابدین صاحب مانڈر کھگڑیا کا سنیچر ۹ر دسمبر کو شام میں انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ان کے جنازہ میں جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر سے علماء کا ایک وفد شریک ہوا، جس میں جامعہ رحمانی سے مفتی محمد احمد صاحب مظاہری، مولانا خطیب اللہ رحمانی اور حافظ محمد امتیاز رحمانی تھے۔علاقہ کے علماء اور خانقاہ رحمانی کے مخلصین کی بڑی تعداد ان کے جنازہ میں شریک ہوئی، ان کے بھائی جناب مفتی کلیم صاحب قاسمی نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور تدفین ان کے آبائی وطن مانڈر، کھگڑیا میں عمل میں آئی۔خانقاہ رحمانی مونگیر کے سجادہ نشیں امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی نے ان کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے، انہوں نے کہا کہ مولانا زین العابدین صاحب پرانے عالم دین، جامعہ رحمانی کے تعلیم یافتہ، تصوف کے رمز شناس اور شعر وادب کے ماہر تھے، فارسی واردو زبان کے استاد شعراء کے ہزاروں اشعار انہیں نوک بر زبان تھے، حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ دست گرفتہ تھے، حضرت کی صحبت اور خدمت نے ان کی زندگی میں جلا پیدا کردی تھی، اور انہیں روحانیت کا بڑا مسافر بنادیا تھا، حضرت امیر شریعت نے کہا کہ میرا ان سے برادرانہ تعلق تھا، مجھ سے انہیں بے پناہ محبت تھی، وہ جب تک مونگیر آنے کی پوزیشن میں رہے، خانقاہ رحمانی آتے رہے اور ہم لوگوں کا آپس میں تبادلہ خیال ہوتا رہا، ان کا قیام کئی کئی دنوں تک مونگیر میں رہتا تھا، حضرت رحمانی نے کہا کہ وہ تعویذ وترکیب کے بڑے ماہر تھے، اور اس جہت سے بھی انہوں نے بڑی خدمت کی، ان کی شخصیت برسوں یاد آتی رہے گی، اور ان کی جدائی کا غم برسوں بھلایا نہیں جائے گا، اللہ تعالیٰ ان کو جنت کی کیاریوں میں رکھے، اگلے تمام مرحلوں کو آسان کرے اور تمام اہل خانہ ورشتہ داروں کو صبر وسکون عطاء فرمائے آمین۔

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

مسلم پرسنل لا پر اعتماد ضروری ہے: عارف عزیز بھوپال

''مسلم پرسنل لا'' اسلام کی روشنی میں بنائے گئے ان قوانین کا مجموعہ ہے جو ہندوستان میں عرصہ دراز سے رائج ہیں اور اسلامی تہذیب، تمدن اور ملی تشخص کا واحد نشان ہے، اور ان کی بقاء وفنا سے مسلمانوں کے مذہبی امتیازات اور اسلامی اقدار کی حیات وممات کا مسئلہ وابستہ ہے، کیوں کہ دنیا کی جن قوموں نے اپنے تہذیبی اور معاشرتی امتیازات کو کھو دیا یا اپنے مذہب وعقیدہ سے رشتہ منقطع کرلیا وہ دیر سویر مٹادی گئیں اور آج ان کا کہیں وجود نہیں ہے، جس ملک میں مختلف مذاہب رسم ورواج کے ماننے والے موجود ہوں وہاں کسی اقلیت کے پرسنل لا کو ختم کردینے کا مطلب یہی ہوگا کہ اس اقلیت کو معاشرتی یکسانیت کے نام پر اپنی شناخت کھونے میں دیر نہیں لگے گی۔ دوسرے مذاہب میں تو بیشتر قوانین کی بنیاد مقامی رسم ورواج یا روایات رہی ہیں جن میں تبدیلی ہوسکتی ہے، لیکن اسلامی قانون جس کی بنیاد وحی الٰہی اور کتاب وسنت ہے وہ ہمیشہ کے لئے ہے اور اس میں تبدیلی لانا گویا ہندوستان سے اسلامی تہذیب وتمدن کو کمزور کردینے کے مترادف ہے اور اس کی مثالیں قرطبہ ،اسبیلیہ ،سمرقند بخاری، اور روسی ترکستان کی صورت میں موجود ہیں کہ وہاں مسلمانوں کو ان کی تہذیب اور مذہبی شناخت سے محروم کرکے مٹادینے کی کوشش کی گئی۔ لہذا ہندوستان کے مسلمان اپنے پرسنل لا کو باقی رکھنے پر زور دے رہے ہیں، اس پرسنل لا کو جسے انگریزوں نے بھی کبھی چھیڑنے یا آزادی کے بعد دستور ساز اسمبلی کے وسیلہ سے بعد کے حکمرانوں نے اسے ختم کرنے کی کوشش نہیں کی تو اس میں بیجا بات کیا ہے، لیکن اس واضح اور صحیح موقف کو سمجھنے کے بجائے ملک میں ایک طبقہ ہے جو مسلم پرسنل لا کی جگہ کامن سول کوڈ لانے کی مانگ کرتا رہا ہے تاکہ اس کے بقول ''مسلمانوں کو قومی دھارے میں شامل کیا جاسکے'' اس نفرت اور مکاری کے زہر کا تریاق تلاش کرنا نہایت ضروری ہے۔ دوسری طرف اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کے مختلف طبقات کی طرف سے مسلم پرسنل لا بورڈ پر گہرے اعتماد ویقین کا اظہار کیا جائے اور قوم وملت کے مفاد میں ہر طرح کے فیصلے کرنے کا اختیار بورڈ کی مدبرانہ قیادت پر چھوڑ دیا جائے، اس وقت مسلمانوں میں جس کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ ان کے باہمی اتحاد اور علماء کرام کی قیادت پر اعتماد ہے یہ وقت مسلک، عقیدوں اور فروعی اختلافات کی بنیاد پر تقسیم ہونے کا نہیں بلکہ فسطائی اور شر پسند طاقتوں کے خلاف متحد ہوکر کھڑے ہونے کا ہے، آج ملت کی اجتماعیت کی ایک مثال مسلم پرسنل لا بورڈ ہے جس کے بارے میں شکوک وشبہات کو ہرگز قریب نہ آنے دیں، اسی طرح داخلی محاذ یعنی اپنے گھروں میں اصلاح پر بھی توجہ دیں اور عام زندگیوں میں شریعت اسلامی کو داخل کریں اور اپنے عائلی مسائل شرعی دارالقضاء کے ذریعہ فصل کرائیں جس کے اثرات یقیناً ملت کے حق میں مفید برآمد ہوں گے اور آئے دن اس پر جو انگلیاں اٹھائی جاتی ہیں اس کا سد باب ہوسکے گا۔

تین طلاق سے متعلق قانون پر عمل مشکل

کئی مسلم ممبران پارلیمنٹ نے بیک وقت تین طلاق پر تین سال کی سزا کے لئے حکومت کی جانب سے منظور کئے گئے بل کو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں پیش ہونے سے روکنے کا فیصلہ کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ اگر یہ بل پاس ہوجاتا ہے تو قانون بن جانے کے بعد اس کا عملی نفاذ بہت مشکل ہے کیوں کہ بل میں کئی پیچیدگیاں ہیں، سابق وزیر برائے اقلیتی امور کے رحمٰن خان کی رہائش گاہ پر مسلم ممبران پارلیمنٹ کی ایک میٹنگ ہوئی جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ بل کو دونوں ایوانوں میں پیش ہونے سے روکا جائے اور یہ مطالبہ کیا جائے کہ بل کو اسٹینڈنگ کمیٹی کو پیش کیا جائے، ہاں اگر یہ ہو کہ طلاق ثلاثہ کے ساتھ رشتہ ختم ہوگیا تو اس سے بیوی کے اخراجات وصول کئے جاسکتے ہیں ورنہ شادی برقرار رکھتے ہوئے شوہر کو جیل بھیجنے کا فیصلہ عملی طور پر ٹھیک نہیں ہے اور اس نے مسئلہ کو مزید سنگین بنادیا ہے، جبکہ شرعی طور پر بھی کئی مسائل پیدا ہوں گے اور شاہ بانو کیس جیسا معاملہ بن جائے گا، جس میں بعد میں تشکیل دئے گئے قانون کے تحت وہ عدت کے بعد نان ونفقہ کی حقدار نہیں ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ مرکز کی مودی حکومت نے طلاق ثلاثہ کی روک تھام کے لئے ایک بل کے مسودے کو کابینہ میں منظوری دے دی ہے اور اس بات کا امکان ہے کہ حکومت رواں پالیمانی اجلاس میں بل کو قانونی شکل دینے کے لئے پیش کرے، جس میں کئی قانونی پیچیدگیاں پائی جاتی ہیں اور اس تعلق سے نیشنلسٹ کانگریس پارٹی (این سی پی) کے راجیہ سبھا میں رکن ایڈوکیٹ مجید میمن نے آج مرکزی وزیر مملکت برائے قانون وعدلیہ پی پی چودھری سے ملاقات کرکے تبادلہ خیال کیا اور کئی امور کی نشاندہی کی، اس کی اطلاع ممبئی میں ان کے دفتر کے جاری ایک اعلامیہ میں کی گئی ہے، مجید میمن نے مسٹر چودھری کو مطلع کیا کہ فوری طلاق ثلاثہ دینے کے سلسلہ میں حکومت نے بل بناتے وقت شرعی امور اور معاشرے پر پڑنے والے اثرات کا بغور جائزہ نہیں لیا ہے، اس سنگین مسئلہ پر مرکزی حکومت کو عالم دین اور قانون دانوں سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد حتمی فیصلہ کرنا تھا، اور اس کے بعد ہی اس قسم کا قانونی بل پیش کرنا تھا، لیکن حکومت نے اس پہلو نظر انداز کردیا ہے، اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ مسلمان ممبران پارلیمنٹ کو ایک حکمت عملی تیار کرنا ہوگا۔

امارت شرعیہ کا ترجمان ہفتہ وار ''نقیب'' اب آن لائن دستیاب

امارت شرعیہ کے ترجمان ہفتہ وار نقیب کے قارئین کے لیے اچھی خبر یہ ہے کہ اب یہ اخبار آپ کو آن لائن بھی دستیاب ہوگا۔ امارت شرعیہ کی ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر جاکر ہر ہفتہ کا نقیب آپ آن لائن پڑھ سکتے ہیں اور اس کو ڈاؤن لوڈ بھی کرسکتے ہیں۔ ان شاء اللہ نقیب کے پچھلے شمارے بھی دستیاب ہوں گے، کوشش کی جارہی ہے کہ ایک سال تک کے سارے شمارے آن لائن فراہم کرائے جائیں۔ واضح ہو کہ امارت شرعیہ کا ترجمان ہفت روزہ ''نقیب'' گذشتہ ۸۶ برسوں سے پابندی کے ساتھ شائع ہورہا ہے، پہلے یہ ''جریدہ امارت'' کے نام سے شائع ہوتا تھا، انگریزوں کی جانب سے اس پر پابندی لگنے کے بعد از سر نو اس کی اشاعت ۱۹۳۴ء سے ''نقیب'' کے نام سے ہونے لگی۔ اس کے مضامین کو ملک کے متعدد رسائل وجرائد اور اخبارات نمایاں طور پر شائع کرتے ہیں، جس کی وجہ سے امارت شرعیہ کا دعوتی پیغام بھی عام ہوتا رہتا ہے۔ امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہ نقیب کو ظاہری اور معنوی دونوں لحاظ سے معیاری اور پرکشش بنانے اور اس کی افادیت مزید بہتر کرنے کے لیے ہمیشہ فکر مند رہتے ہیں، حضرت امیر شریعت کی ہدایت پر جنوری ۲۰۱۶ء سے نقیب کو ظاہری اور معنوی طور پر پر کشش اور معیاری بنانے کی جدوجہد مسلسل جاری ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ مضامین میں تنوع کی وجہ سے مختلف حلقوں میں اس کی پذیرائی پہلے سے کہیں زیادہ ہورہی ہے، اور اس کے قارئین کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے۔ مدیر نقیب جناب مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی ملک کے نامور صاحب قلم عالم دین اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں، ملک کے بیشتر اخبار ورسائل میں ان کی تحریریں شائع ہوتی ہیں اور زبان وبیان کی ندرت آفرینی کے ساتھ معتبر ومستند سمجھی جاتی ہیں، ہر ہفتے ان کے قلم اثر انگیز سے پر تاثیر تحریریں، حالات حاضرہ پر سٹیک تبصرے نقیب کو زینت بخشتے ہیں اور قارئین کے لیے دلچسپی کے ساتھ ساتھ معلومات میں اضافے کا سبب بھی بنتے ہیں۔ نائب مدیر مولانا رضوان احمد ندوی کا قلم بھی بہت سیال ہے، اللہ کی باتیں اور رسول اللہ کی باتیں کے عنوان سے ان کی تحریر قارئین نقیب کے ایمان ویقین کو بڑھاتی ہیں اور عمل کے لیے مہمیز بنتی ہیں۔ مدیر محترم کے قلم سے دنیا سے داغ مفارقت دے چکے بزرگوں کی حیات وخدمات پر یادوں کے چراغ کے عنوان سے لکھی تحریریں صاحب سوانح کی زندگی کو قاری کے سامنے کھلی کتاب کی طرح عیاں کردیتی ہیں۔ کتابوں کی دنیا کے عنوان سے نئی کتابوں پر تبصرے بھی قاری کو کتاب اور صاحب کتاب سے چند جملوں میں اچھی طرح متعارف کرادیتے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف دینی، معاشرتی اور عالمی مسائل پر اہل قلم کی معیاری تحریریں نقیب کے حسن کو دوبالا کرتی ہیں، اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، روزگار اور کیریئر سے متعلق خبریں، طب وصحت وغیرہ بھی مستقل کالم ہیں، جن سے نقیب کی کشش اور حسن میں اضافہ ہوتا ہے اور قاری کے لیے بھی یہ چیزیں معلومات افزا ہوتی ہیں۔ ہندی اور انگریزی اخباروں سے مختلف مضامین کے ترجمے بھی نقیب کو دوسرے اخباروں سے منفرد بناتے ہیں۔ حضرت مدظلہ فرمایا کرتے ہیں کہ ''نقیب'' امارت شرعیہ کا تحریری چہرہ ہے، اس کو ہر جہت سے مفید وپرکشش بنایئے''۔ اس کے لیے حضرت امیر شریعت مدظلہ اس شعبہ کے ذمہ داروں کو ضروری ہدایتیں اور مشورے بھی دیتے ہیں، اگر کسی معلوماتی مضمون کی اشاعت کو ضروری سمجھتے ہیں تو نشاندہی بھی کرتے ہیں۔ نقیب کو معیاری بنانے اور اس کی توسیع واشاعت کے لیے ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب متعلقہ افراد کی ہفتہ واری مشاورتی نشست کرتے ہیں، جس میں تازہ مطبوعہ نقیب کو سامنے رکھ کر اس کی کمی وکوتاہی کو دور کرنے، مزید جامع بنانے، علمی وتحقیقی مضامین کو منتخب کرنے اور جدت وندرت پیدا کرنے کے طریقوں پر روشنی ڈالتے ہیں اور رہنمائی کرتے ہیں۔ مقام شکر ہے کہ ان اقدامی کوششوں کے نتیجہ میں نقیب کا معیار بلند ہوا ہے۔ قارئین کے مراسلات وپیغامات سے کام کرنے والوں کا حوصلہ بلند بڑھا ہے، اسکو مزید بہتر بنانے کی جدوجہد جاری ہے۔ نقیب کے خریداروں کی تعداد میں اضافہ کی غرض سے ممبر سازی کی مہم کو تیز کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے اس کی اشاعت میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے، تمام لوگوں سے اپیل ہے کہ اگر ابھی تک آپ نقیب کے ممبر نہ بنے ہوں تو آج ہی اس کے خریدار بن جائیں اور اپنے علاقہ میں اپنے علاوہ کم از کم ایک خریدار ضرور بنائیں

۷ر جنوری ۲۰۱۸ء کو ضلع رہتاس کے نقباء امارت شرعیہ کا اجتماع

امارت شرعیہ کے تنظیمی نظام کو مضبوط ومستحکم رکھنے کے لئے بلاک اور ضلع کی سطح پر نقباء ونائبین، علماء وائمہ اور خواص کا اجتماع منعقد ہوا کرتا ہے، جس میں انہیں موجودہ حالات کے تناظر میں ملی مسائل اور ان کے حل سے روشناس کرایا جاتا ہے اور اپنی ذمہ داریوں کے تعلق سے انہیں سرگرم عمل رکھنے کے لئے حضرت امیر شریعت مدظلہ کے پیغام سے آگاہ کیا جاتا ہے، نقباء حضرات کو ان کے منصب کی عظمت اور اس کے تقاضے بھی بتائے جاتے ہیں، چنانچہ اسی سلسلہ میں ضلع رہتاس کے نقباء امارت شرعیہ، نائبین نقباء، علماء وائمہ اور خواص کا ایک اہم اجتماع ۷ر جنوری ۲۰۱۸ء بروز اتوار بوقت ۱۰ر بجے دن مدرسہ فلاح الدارین ڈہری اون سون ضلع رہتاس کے احاطہ میں منعقد ہورہا ہے، اس اجتماع میں مرکزی دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ سے ذمہ دار علماء کرام شریک ہوں گے، ضلع کے نقباء ونائبین، علماء وائمہ اور خواص سے اپیل ہے کہ وقت پر تشریف لاکر اجتماع کو با مقصد اور کامیاب بنائیں۔

سمستی پور اور بیگوسرائے کے وفاق سے ملحق مدارس کے تعلیمی جائزے

امارت شرعیہ اور اس کے اکابر ہمیشہ سے مدارس اسلامیہ کے تعلیمی نظام کو معیاری بنانے کے لیے فکر مند رہے ہیں، اسی فکر مندی کے نتیجے میں ۱۹۹۶ء میں آزاد مدارس اسلامیہ کا وفاق قائم کیا گیا، اس کے نظام تعلیم، نصاب تعلیم اور نظام امتحان میں یکسانیت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی، چنانچہ اس وقت دوسو پینسٹھ (۲۶۵) مدارس وفاق المدارس الاسلامیہ امارت شرعیہ سے منسلک ہیں، ان کے تعلیمی معیار کے جائزہ کے لیے ان مدارس کے دورے بھی ہوتے ہیں، خوبیوں پر حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور کمی کوتاہیوں کو دور کرنے کی ہدایت کی جاتی ہے، ان خیالات کا اظہار وفاق المدارس الاسلامیہ امارت شرعیہ کے ناظم اور امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے قائم مقام ناظم مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نے کیا، وہ ضلع سمستی پور اور بیگوسرائے کے مدارس کے تعلیمی جائزے سے متعلق مولانا محمد سعید کریمی کی رپورٹ پر اظہار خیال فرمارہے تھے، انہوں نے کہا کہ مولانا محمد سعید کریمی رفیق وفاق المدارس الاسلامیہ نے حال میں سمستی پور کے بارہ (۱۲)، اور بیگوسرائے کے دس (۱۰) مدارس کا جائزہ لیا، جن مدارس کا جائزہ لیا گیا ان میں سمستی پور کے مدرسہ ضیاء العلوم رام پور رہوا، جامعہ ربانی منوروا شریف، مدرسہ فیض العلوم حسن پور روڈ، جامعہ کاشف الہدیٰ رحیم پور ردولی، مدرسہ ضیاء القرآن رتوارہ، مدرسہ اصلاح المسلمین نوا چک، مدرسہ مرکز العلوم رام پور رجوا، مدرسہ بحر العلوم شاشن ،دار العلوم کلثوم ڈیہہ سرسونا، مدرسہ ضیاء العلوم روسڑا، مدرسہ اسلامیہ بڑاہی، دار العلوم اعجازیہ سلطان پور، اور بیگوسرائے کے جامعہ نور الاسلام اسماعیل نگر بکھری، جامعہ صفہ نور اللہ پور، جامعہ رشیدیہ بیگو سرائے، جامعہ فاروقیہ نسواں ہردیا، دار العلوم دیونا تلرتھ، دار العلوم سجاد نگر لڑوارہ، جامعہ تسلیمیہ مبارک پور پھلکاری، مدرسہ اسلامیہ فلاح المسلمین منصور چک، مدرسہ محمودیہ تعلیم الاسلام سرونجہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ناظم وفاق المدارس نے بتایا کہ جلد ہی دوسرے اضلاع کے وفاق سے ملحق مدارس کے جائزے کے لیے مولانا محمد سعید کریمی پہونچیں گے، انہوں نے کہا کہ کوشش کی جارہی ہے کہ سبھی دوسو پینسٹھ (۲۶۵) مدارس کا ۱۴۳۹ھ میں تعلیمی جائزے کا کام مکمل کرلیا جائے۔ انہوں نے مدارس سے گذارش کی ہے کہ وہ مولانا محمد سعید کریمی کا تعلیمی جائزہ کے لیے ہر ممکن تعاون فرمائیں۔

(بقیہ ڈاکٹر ناصر رضا خان جلالی)

پہلی کتاب میں آزادی سے قبل کے غیر مسلم شعراء کا تذکرہ ہے، اس میں نو شاعروں کے حالاتِ زندگی کے ساتھ نمونۂ کلام اور شاعری کا تجزیاتی مطالعہ ہے، دوسری کتاب آٹھ ہندو نظم نگار شاعروں کا تذکرہ بالتفصیل درج ہے، تیسری کتاب میں ۲۶/ان غیر مسلم شاعروں کا تذکرہ ہے، جنہوں نے نظم نگاری میں بطور خاص اپنی پہچان بنائی ہے۔ موصوف نے ڈی، ایس کالج کٹیہار میں ۱۹۹۷ء میں ایک آل انڈیا اقبال سمینار منعقد کرایا تھا جس میں دو درجن سے زائد اردو کے ادباء و ناقدین حضرات نے شرکت کی تھی اور اپنے مقالے پڑھے تھے، ان مقالوں کو ڈاکٹر ناصر رضا خان صاحب نے ''تفوق اقبال'' کے نام سے شائع کرایا۔

ان کتابوں کے علاوہ انہوں نے بے شمار مضامین اور مقالے قلمبند کیے جو ملک کے مشہور و معروف ادبی و دینی رسائل میں شائع ہوئے، انہوں نے بہت سارے مقالے سمیناروں اور کانفرنسوں میں بھی پڑھے ان کے کئی مقالے آل انڈیا ریڈیو، پٹنہ سے بھی نشر ہوئے۔ بہار انٹرمیڈیٹ کے موجودہ نصاب میں ان کے اشتراک سے شائع کتاب ''شعاعِ ادب'' ابھی پڑھائی جارہی ہے۔ انٹرمیڈیٹ کے سابقہ نصاب میں بھی ان کے اشتراک سے شائع کتاب ''انوارِ ادب'' شامل نصاب تھی۔ اس طرح تصنیف و تالیف سے ان کا رشتہ ہمیشہ برقرار رہا، انہوں نے یو.جی.سی کے دو میجر ریسرچ پروجیکٹ حاصل کیے اور انہیں وقت پر مکمل کر کے داخل کیا۔ پہلا پروجیکٹ ''ملک کی تعمیر و ترقی میں اردو نظم نگاروں (خصوصا اردو کے ہندو شعرا) کی خدمات'' کے موضوع پر تھا۔ یہ مقالہ تین جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔ دوسرا یو.جی.سی کا پروجیکٹ ''اردو تنقید کا پچیس سالہ سفر'' کے موضوع پر تھا جو مکمل کر کے آٹھ جلدوں میں یو.جی.سی، نئی دہلی کے دفتر میں داخل کیا جا چکا ہے۔ یہ تحقیقی کام بھی اپنی نوعیت کا ایک گراں قدر کام ہے جو شائع ہو کر حوالے کی کتاب بنے گا۔ مختصر یہ کہ ڈاکٹر ناصر رضا جلالی نے پوری زندگی جس خاموشی سے اردو زبان اور ادب کی خدمت اور آبیاری کی ہے، آنے والے زمانوں میں ان کی خدمتوں کا اعتراف کیا جائیگا۔ انہوں نے اردو کو مقبول بنانے اور ادب و تہذیب کو پھیلانے کا جو فریضہ خاموشی سے انجام دیا ہے، انہیں تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ ڈاکٹر ناصر رضا خان جلالی بلاشبہ ملت کے ایک سرمایہ تھے، ان کو اللہ رب العزت نے جہاں علم کی دولت سے مالا مال کیا تھا وہیں انہیں بے شمار خوبیاں بھی عنایت فرمائی تھیں، ان کی ادبی، لسانی، ملی اور دینی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ یہی سبب ہے کہ ان کے انتقال کو ملت کے لیے ایک عظیم خسارہ قرار دیا جارہا ہے۔ ڈاکٹر ناصر رضا خاں جلالی کا انتقال بلاشبہ ایک ملی خسارہ ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

جاڑے میں گرم کپڑے اور کمبل سے غرباء کو راحت پہونچائیں: قائم مقام ناظم

جاڑے کی شدت بڑھتی جارہی ہے، موسم کا مزاج بدل رہا ہے، آئندہ چند دنوں میں اس میں اور تیزی آنے کی توقع ہے، ایسے وقت میں امارت شرعیہ کی جانب سے ہر سال غرباء و مساکین کے درمیان کمبل تقسیم کرنے کی روایت رہی ہے، اس سال بھی غرباء کے درمیان کمبل کی تقسیم شروع ہوگئی ہے، خاص کر اس سال شمالی بہار کے سیلاب زدہ علاقوں میں بڑے پیمانے پر کمبل کی تقسیم کا منصوبہ بنایا گیا ہے، اررریہ، پورنیہ، کٹیہار، کشن گنج، مغربی و مشرقی چمپارن وغیرہ میں کمبل بھیجے جا چکے ہیں اور تقسیم ہو رہے ہیں، بقیہ علاقوں میں بھی جانے کا سلسلہ شروع ہے۔ قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نے اہل خیر حضرات سے اپیل کی ہے کہ وہ اس کار خیر میں حصہ لیں، خاص طور پر شمالی بہار کے سیلاب زدگان کے لیے زیادہ سے زیادہ تعداد میں کمبل کی فراہمی میں اپنا تعاون دیں، امارت شرعیہ کی طرف سے جس طرح کے کمبل کی خریداری کی جا رہی ہے، اس میں ایک کمبل کی قیمت -/350 روپئے ہے۔ اصحاب خیر حضرات اپنی طرف سے جتنے کمبل مستحقین کو بھیجنا چاہتے ہوں، اس حساب سے اس کی قیمت بیت المال امارت شرعیہ میں ارسال فرما دیں، یا خود خرید کر مستحقین تک پہونچانے کی سعی کریں۔ قائم مقام ناظم صاحب نے کہا کہ جو اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی ان کی مدد کرتا ہے، خاص طور مصیبت کی اس گھڑی میں مصیبت زدگان کی راحت رسانی ہر مسلمان کی انسانی و ایمانی ذمہ داری ہے۔ ساتھ ہی اپنے طور پر اپنے محلّہ اور علاقہ کے ضرورت مند افراد کی مدد کریں، رشتہ داروں میں کوئی ضرورت مند ہو تو اس کا خیال کریں، یہ بڑا کار ثواب ہے، امید ہے کہ اہل خیر حضرات اس طرف فوری توجہ دیں گے۔

مولانا مفتی سہیل احمد قاسمی کی والدہ کی رحلت: امارت شرعیہ میں تعزیتی مجلس

امارت شرعیہ بہار واڈیشہ و جھارکھنڈ کے مفتی جناب مولانا مفتی سہیل احمد قاسمی صاحب کی والدہ محترمہ کا ۱۷/دسمبر ۲۰۱۷ء مطابق ۲۷/ربیع الاول کو پٹنہ میں انتقال ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون، گرچہ وہ طبعی عمر سو سال کو پہونچ چکی تھی، مگر ان کا سایہ شفقت اولاد کے لیے شجر سایہ دار سے کچھ کم نہ تھا، ان کے انتقال پر دفتر امارت شرعیہ میں ایک تعزیتی نشست زیر صدارت حضرت مولانا محمد ارشد صاحب بجھیڑی خلیفہ مجاز حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی نور اللہ مرقدہ منعقد ہوئی، جس میں اظہار تعزیت کرتے ہوئے قائم مقام ناظم مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب نے کہا کہ مرحومہ ایک نیک اور صالح خاتون تھیں، انہوں نے اپنے تمام لڑکے اور لڑکیوں کو صحیح اسلامی طریقے پر تعلیم و تربیت دی، اور انہیں کی تربیت کا نتیجہ ہے کہ ان کے سارے لڑکے باکمال عالم دین ہیں اور علم دین اور قوم و ملت کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ماں کا سایہ ایک عظیم سایہ ہوتا ہے، اس سے محروم ہونا بلاشبہ بہت تکلیف کی بات ہے۔ اس مجلس میں امارت شرعیہ کے جملہ کارکنان و ذمہ داران شریک رہے اور سبھی نے مرحومہ کے لیے اظہار تعزیت کرتے ہوئے مغفرت اور بلندیٔ درجات کی دعا کی۔ اس مجلس میں جناب مولانا عاصم صاحب برادر مولانا محمد قاسم صاحب بھاگل پوری سابق پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ و بانی جامعہ مدنیہ سبل پور کے لیے بھی اظہار تعزیت اور دعاء مغفرت کی گئی، واضح ہو کہ مولانا عاصم صاحب کا بھی مورخہ ۱۷/دسمبر ۲۰۱۷ء کو صبح میں بھاگل پور میں انتقال ہو گیا۔ آخر میں اس مجلس کا اختتام حضرت مولانا ارشد صاحب مدظلہ العالی کی دعا پر ہوا۔

بیٹی کی عظمت

باپ کا پیار تو مشہور ہے بیٹی کے لیے
سارا دکھ باپ کو منظور ہے بیٹی کے لیے
ہو پریشاں بھی تو مسرور ہے بیٹی کے لیے
دل کے جذبات سے مجبور ہے بیٹی کے لیے

تھک کے جب شام کو گھر لوٹ کے باپ آتا ہے
دیکھ کر بیٹی کے چہرے کو خوشی پاتا ہے

کون کہتا ہے کہ بھلا ہوتی ہے زحمت بیٹی
سچ تو یہ ہے کہ اللہ کی رحمت بیٹی
ہوتی ہے گھر کے لیے باعث برکت بیٹی
اپنے ماں باپ کی ہے قلب کی راحت بیٹی

بیٹے والوں کو یہ ساعت کہاں ہاتھ آتی ہے
بیٹی کے گھر پہ تو خوشیوں کی برات آتی ہے

باپ بیمار کبھی تھوڑا سا پڑ جا تا ہے
پھر بھلا چین کہاں بیٹی کو مل پاتا ہے
سارا دن باپ کی خدمت میں گزر جاتا ہے
باپ کے چین سے بیٹی کو قرار آتا ہے

کرتی ہے دل سے گوارہ سبھی زحمت بیٹی
بیٹے سے بڑھ کے کیا کرتی ہے خدمت بیٹی

اپنے محبوب کو اللہ نے کی بیٹی عطا
پاکے بیٹی کو محمدؐ نے کیا شکر خدا
پھر نہ اولاد کی خواہش کا کچھ اظہار کیا
کتنے بیٹے انہیں مل جاتے اگر کرتے دعا

جنگ سے لوٹ کے بیٹی ہی کے پاس آتے تھے
زخموں کو دھوتی تھی بیٹی تو سکوں پاتے تھے

بیٹی کے باپ کا سر جھکتا ہے کہتے ہیں سبھی
بیٹی پانے سے اگر ہوتی کوئی بھی سبکی
اپنے محبوب کو بیٹی نہ خدا دیتا کبھی
پاکے بیٹی کو نبیؐ اتنا مناتے نہ خوشی

باپ شادی میں بہت بیٹے کے اتراتا ہے
لے کے بارات مگر بیٹی کے گھر جاتا ہے

کیا مقام ہوتا ہے بیٹی کا یہ کس نے جانا
نسل بیٹے ہی سے بڑھتی ہے یہ سب نے سمجھا
کیا شرف بیٹی کو احمدؐ کی خدا نے بخشا
نسل سادات بڑھی کیسے کسی نے سوچا؟

اس حقیقت کو مسلمان گئے شاید بھول
لوگ حسنینؓ ہی کو کہتے تھے فرزند رسول

صرف بیٹی کو ہی حاصل ہے یہ دنیا میں مقام
بن کے ماں کرتی ہے خلق نبی آدم کا یہ کام
کچھ تو اس بات سے ہم لوگوں کو ملتا ہے پیام
اپنی بیٹی کو محمدؐ کیا کرتے تھے سلام

بیٹا ہوتا کہاں بیٹی جو نہ ہوتی موجود
بیٹی ماں بن کے عطا کرتی ہے بیٹی کو وجود

حسن نواب حسن
مکان نمبر 305/2، ہارون نگر سیکٹر۔۲، پھلواری شریف پٹنہ

جلد نمبر 65/55 /شمارہ نمبر 50 پرنٹر پبلیشر سہیل احمد ندوی نے جی ایم آفسیٹ پریس دریاپور پٹنہ 9934188997 میں چھپوا کر ہفتہ وار نقیب امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ ۸۰۱۵۰۵ سے شائع کیا۔

WEEK ENDING 25/12/2017

فون نمبر 2555351,2555014,2555668 فیکس 0612-2555280
E-mail: nazimimaratshariah@gmail.com

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND
THE NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-15-17
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

فضائے بدر پیدا کر، فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی
(علامہ اقبالؔ)

بیت المقدس کا مقدمہ

عمر جاوید

قومی ریاست کا تصور، دیگر کئی سیاسی نظریات کی طرح مغربی مفکرین کی ہی سوچ کا نتیجہ ہے، 18 ویں اور 19 ویں صدی میں سیاسیات کے مفکرین کی جانب سے پیش کئے جانے والے اس تصور کو پوری دنیا میں قبولیت ملنا شروع ہوئی۔

اور آج صورت حال یہ ہے کہ دنیا بھر کی تقریباً تمام ریاستیں قومی ریاست کے تصور کے تحت ہی اپنا وجود رکھتی ہیں۔ اس تصور کے تحت ایک، یا ایک سے زیادہ قومیتیں ایک ایسے مخصوص جغرافیائی علاقے کہ جس میں وہ صدیوں سے اپنی تہذیبی اور ثقافتی زندگی کے ساتھ آباد ہوں، اسی جغرافیائی حدود کو سالمیت کا تصور عطا کر کے ریاست تشکیل دیتی ہیں۔

حتی کہ جب 18 ویں اور 19 ویں صدی میں برطانیہ، فرانس اور یورپ کی کئی اقوام نے ایشیا اور افریقہ پر اپنا تسلط قایم کیا تو ان قابض علاقوں کے باشعور طبقات نے قومی ریاست کے تصور ہی کے تحت آزادی اور خود مختاری حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کی، مگر 1948 میں وجود میں آنے والے اسرائیل کے قیام کے لیے ایک ایسی عجیب وغریب تاویل تراشی گئی کہ جس کا قدیم عہد میں بھی تصور کرنا مشکل ہے۔

ایک مخصوص مذہبی نسل کا یہ دعویٰ کہ ہزاروں سال سے آباد فلسطینیوں کے ایک علاقے پر اسرائیلیوں کے لیے ایک ملک قائم کر دیا جائے کیونکہ قدیم عہد میں ایک عرصے کے لیے وہ اس علاقے میں آباد تھے انتہائی مضحکہ خیز ہے۔

اور اس مضحکہ خیز دعوے کو قبول کرنے اور اس کی بنیاد پر اسرائیل کو وجود میں لانے اور اسے مضبوط بنانے میں وہی مغرب پیش پیش تھا، جس نے خود پوری دنیا میں قومی ریاست کے تصور کو فروغ دیا۔

اپنی تشکیل سے لے کر آج تک کئی جنگیں لڑنے کے باوجود بھی اسرائیل کو اپنا وجود برقرار رکھنے کے حوالے سے کئی مسائل اس لیے درپیش ہیں؛ کیونکہ اسرائیل ایک فطری اور قومی ریاست نہیں ہے۔ اس علاقے کے فلسطینی کسی بھی طور پر اپنے حق سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں اور اسرائیلی حملوں اور جارحیت کے باوجود فلسطینی مزاحمت ختم ہونے کے بجائے بڑھتی جا رہی ہے۔

اب امریکہ نے اپنی 70 سال کی اسرائیل نوازی کی پالیسی کو برقرار رکھتے ہوئے مقبوضہ بیت المقدس یروشلم کو اسرائیل کے دارالحکومت کے طور پر تسلیم کر لیا۔

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے اس فیصلے کے خلاف نہ صرف غزہ کی پٹی اور مغربی کنارے کے فلسطینی علاقوں میں مظاہرے شروع ہو چکے ہیں؛ بلکہ اس فیصلہ پر مشرق وسطیٰ اور یورپی ممالک نے بھی اپنے شدید ردعمل کا اظہار کیا ہے۔

ٹرمپ کے اس فیصلے سے اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو کی انتہا پسند دائیں بازو کی حکومت کو یہ آشیر باد مل جائے گی کہ وہ فلسطینی علاقوں میں مزید یہودی بستیوں کی تعمیر کے لیے تشدد کا استعمال کریں اور اس زمین پر صدیوں سے آباد فلسطینیوں کو بے دردی کے ساتھ بے دخل کر دیں۔

2016 کی انتخابی مہم کے دوران ٹرمپ نے واضح طور پر یہ اعلان کیا تھا کہ وہ امریکی سفارت خانے کو مقبوضہ بیت المقدس منتقل کر کے ہی دم لیں گے۔ انہوں نے مقبوضہ بیت المقدس کو اسرائیل کا دارالحکومت تسلیم کرنے کے لیے امریکی قانون 'یروشلم ایمبیسی ایکٹ' کا سہارا لیا جسے امریکی کانگریس نے 1995 میں منظور کیا تھا۔

اس قانون کے تحت امریکہ کو اسرائیل میں اپنا سفارت خانہ تل ابیب سے مقبوضہ بیت المقدس منتقل کرنا تھا، اب ٹرمپ نے اپنے خطاب میں فخر کے ساتھ کہا کہ مقبوضہ بیت المقدس کو اسرائیل کا دارالحکومت تسلیم کرنے کی جرأت ان کے علاوہ اور کوئی امریکی صدر نہیں کر سکا۔

ٹرمپ کے اس قدم کے پیچھے مقاصد یہی ہیں کہ اپنی گرتی ہوئی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے جہاں ایک طرف امریکی بنیاد پرست عیسائیوں کی ہمدردیاں حاصل کی جائیں، وہیں دوسری طرف امریکی آبادی میں معاشی اعتبار سے بہت زیادہ اثر ورسوخ رکھنے والے یہودیوں کی حمایت بھی حاصل کی جائے۔

اسی طبقے سے تعلق رکھنے والے جوئے خانوں کے کاروبار سے منسلک ارب پتی شیلڈن ایڈلسن نے ٹرمپ کو انتخابی مہم میں 25 ملین ڈالرز کی امداد بھی کی تھی۔

تاہم امریکی میڈیا رپورٹس کے مطابق سیکریٹری آف اسٹیٹ ریکس ٹیلرسن اور سیکریٹری دفاع جیمز میٹس نے بھی ٹرمپ کے اس فیصلے پر اپنے شدید تحفظات کا اظہار کیا ہے۔

ٹرمپ کا یہ فیصلہ عالمی قوانین کی بھی سنگین خلاف ورزی ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد جنیوا کنونشن کے مطابق کوئی بھی ملک کسی بھی علاقے کو جنگ کے ذریعے اگر اپنا حصہ بنائے گا تو اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی، جبکہ اسرائیل نے مقبوضہ بیت المقدس کے اکثر حصے پر 1948 کی عرب-اسرائیل جنگ کے دوران قبضہ کیا تھا۔

ٹرمپ کے اس فیصلے پر عرب ممالک کی شاہی اور آمرانہ حکومتوں کا ردعمل سراسر رسمی نوعیت کا ہے۔ عرب ممالک کی اکثر شاہی اور آمرانہ حکومتیں اپنے بہت سے معاشی اور سیاسی مفادات کے لیے امریکہ پر انحصار کرتی ہیں، اس لیے ان میں اتنی جرات نہیں کہ وہ زبانی اور رسمی مذمت سے آگے بڑھ کر کچھ کر پائیں۔

ٹرمپ کے اس فیصلے پر اسرائیل کو سب سے زیادہ خطرہ فلسطینی تنظیم حماس سے ہے، جس نے باضابطہ طور پر اس فیصلے کے خلاف فلسطینی اور عرب عوام سے بھرپور احتجاج کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسرائیل حماس کو ختم کرنے کے درپے ہے، حماس صحیح معنوں میں اسرائیل کے لیے دردسر کا باعث 2006 میں اُس وقت بنی جب اس نے غزہ کی پٹی میں ہونے والے انتخابات میں کامیابی حاصل کی۔

غزہ میں حماس کی جمہوری جیت اسرائیل اور مغربی دنیا کے جمہوریت نواز دعویداروں کے لیے ایک امتحان تھی، اگر غزہ کی اکثریت نے 'الفتح پارٹی' کی کرپشن اور اسرائیل کے ساتھ سمجھوتوں کی پالیسی کو مسترد کرتے ہوئے 'حماس' کو جمہوری طریقے سے کامیابی دلائی تھی تو اس جمہوری فیصلے کا احترام ہونا چاہیے تھا، مگر اس خطے کی تاریخ کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا مشکل نہیں کہ مشرق وسطیٰ میں جمہوریت اور انتخابات کے ذریعے کیے گئے فیصلوں کی مغربی دنیا کے لیے کوئی اہمیت نہیں ہے۔

مغرب کے لیے اس خطے میں بیلٹ بکس کے ذریعے اسلامی بنیاد پرستی پھیلنے کا خطرہ 1990 میں اس وقت سامنے آیا، جب الجزائر کے بلدیاتی انتخابات میں اسلامک سالویشن فرنٹ نے 55 فیصد ووٹ حاصل کر کے کامیابی حاصل کر لی، ایک سال بعد ہونے والے قومی انتخابات میں جب اسلامک سالویشن کی کامیابی نظر آ رہی تھی تو امریکی پست پناہی رکھنے والے الجزائر حکومت نے اسلامک سالویشن پر پابندی عائد کر کے اس کے رہنماؤں کو جیل میں ڈال دیا، اس کے نتیجے میں ہونے والی خانہ جنگی میں 100000 کے لگ بھگ افراد ہلاک ہوئے۔

امریکہ نے اس انتہائی غیر جمہوری اقدام کی بھرپور حمایت کی، مصر میں اخوان المسلمین کی منتخب حکومت کا تختہ پلٹنے پر امریکہ خاموشی اور اب السیسی جیسے آمر کی حمایت امریکی تضاد کی حالیہ مثال ہے۔

اگرچہ فلسطین میں 'حماس' پرتشدد کاروائیاں کرنے کا ریکارڈ رکھتی تھی، مگر دنیا میں کئی مزاحمتی تنظیموں کی مثالیں موجود ہیں، جنہوں نے مزاحمت کے طور پر تشدد کا راستہ اپنایا؛ لیکن پھر انتخابی دھارے میں شامل ہو کر خالص سیاسی رویہ اختیار کر لیا۔

جنوبی افریقہ کی افریقن نیشنل کانگریس آئرش ری پبلکن آرمی، بھارت میں آسام، پنجاب اور کئی ایسے سیاستدانوں کی مثالیں موجود ہیں، جنہوں نے ایک زمانے میں تشدد کا راستہ اپنایا، مگر انتخابی دھارے میں شامل ہونے کے بعد ان کا رویہ سیاسی ہوگیا، حماس سے تو معاملہ کرنا اس لیے بھی آسان تھا؛ کیوں کہ انتخابات میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد حماس نے اسرائیل اور امریکہ کو بات چیت اور مذاکرات کرنے کی دعوت دی مگر ہر مرتبہ معاملات طے کرنے سے انکار کیا جاتا رہا۔

ٹرمپ کے اس فیصلے سے مشرق وسطی کے حالات میں مزید کشیدگی آسکتی ہے، جہاں تک فلسطینیوں کا تعلق ہے تو فلسطینیوں کے جذبۂ حریت کو پوری دنیا میں تسلیم کیا جاتا ہے، اسرائیل بھلے ہی امریکہ اور یورپی حکمرانوں کا چہیتا ہو، مگر عوامی سطح پر وہاں بھی ایسے طبقات موجود ہیں جو فلسطینی مزاحمت کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اسرائیلی جارحیت پر کسی بھی مسلمان ملک میں اتنے بڑے مظاہرے نہیں ہوتے، جتنے یورپ کے شہروں میں ہوتے ہیں۔

فلسطینی جذبہ حریت کو پوری دنیا میں تسلیم کیا جاتا ہے، 70 سال سے جاری اس فلسطینی مزاحمت نے ادب اور شاعری کے ایسے شاہکار تخلیق کئے ہیں جو دنیا بھر کے حریت پسندوں کے لہو کو گرماتے ہیں۔

مزاحمت اور حریت کے ان جذبوں کو ظلم وستم سے ختم کرنا ممکن ہی نہیں؛ کیوں کہ جتنا زیادہ ظلم بڑھے گا مزاحمت کی شدت میں بھی اتنا ہی اضافہ ہوگا۔

نقیب قیمت فی شمارہ -/6 روپے ششماہی -/200 روپے سالانہ -/300 روپے